جلد ۸۲ جنوری، فروری ۱۹۹۸ء شمارہ - ۱، ۲

اس شمارے میں

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ پر چند اعتراضات کے جوابات

بشارت احمد بقا

اہل حدیث مولوی عبدالقیوم کی تقریر کا جواب

بشارت احمد بقا

گذشتہ سال جماعت اہل حدیث کے ایک مولوی عبدالقیوم صاحب نے ہالینڈ کا دورہ کیا اور وہاں مسلمان باشندوں کی ایک مجلس میں سلسلہ احمدیہ اور اس کے مقدس بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مجدد صدی چہاردہم مسیح موعود اور مہدی معہود کے خلاف ایک بڑی زہر آلود تقریر کی۔ کسی دوست نے وہ تقریر من وعن ٹیپ ریکارڈ کرلی اور جب برادر محترم ناصر احمد صاحب انگلستان سے ہالینڈ تشریف لے گئے تو وہ ٹیپ محترم بھائی شبیر حسینی صاحب نے ان کے حوالے کردی اور درخواست کی کہ اس تقریر کا تسلی بخش اور مدلل جواب تیار کر کے ہالینڈ ارسال کردیں تاکہ احمدی احباب جماعت بالخصوص اور غیر احمدی احباب بالعموم اصل حقیقت اور سچائی جان سکیں۔ محترم ناصر احمد صاحب نے وہ ٹیپ مجھے لا کردی اور ارشاد فرمایا کہ میں اس تقریر کا جواب لکھ کردوں۔ میں باوجود ضعف پیری اور بیماری کے ان کی فرمائش کو ٹال نہیں سکا۔ بلکہ ان کے الفاظ اتنے ہمت افزا تھے کہ میں نے کمر ہمت باندھ ہی لی اور اللہ کا نام لے کر اس تقریر کو سننا شروع کردیا اور پھر ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار اس کو سنا تاکہ کوئی اعتراض میری آنکھ سے اوجھل نہ رہ جائے۔ میں نے تقریر سننے کے بعد محسوس کیا کہ یہ تقریر تو بڑی شرانگیز اور پر از کذب وافترا ہے اور اس سے واقعی سامعین کے دلوں میں ہمارے امام ربانی کے خلاف بڑی بدظنیاں اور بے شمار شکوک اور شبہات پیدا ہوئے ہوں گے اور جن احباب نے حضرت مرزا صاحب کی کتابوں اور دوسرے لٹریچر کا مطالعہ نہیں کیا وہ تو اس تقریر سے سخت پریشان ہوئے ہوں گے۔ اس صورت کو دیکھ کر اس تقریر کا جواب لکھنے کو اور بھی زیادہ اہمیت حاصل ہو گئی۔

اس سلسلہ میں یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ سلسلہ احمدیہ کے مخالف علماء نے یہ وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ وہ ہر دجل وفریب کو کام میں لاکر عوام کو اس خدائی سلسلہ کے خلاف گمراہ اور بدگمان کرتے رہتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کی صرف وہ تحریرات پڑھتے ہیں جن میں ان کو کوئی اعتراض کی بات نظر آتی ہو۔ یہی ناپاک وطیرہ اسلام دشمن عیسائی پادریوں کا ہمیشہ رہا ہے کہ وہ بھی اسلام میں نقائص اور اعتراض ڈھونڈتے ڈھونڈتے دنیا سے ناکام اور نامراد مرگئے۔ ان علماء کے بڑے اور خود بھی اس نور خدا کو اپنی پھونکوں سے بجھانے میں ناکام اور نامراد ہو کر مرگئے اور مرجائیں گے۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولوی عبدالقیوم صاحب نے حضرت مجدد الوقت پر کئی جہتوں سے حملے کئے ہیں اور وہ حملے مختصراً یہ ہیں:

۱۔ حضرت مرزا صاحب خدا تعالیٰ کی ان صفات کے انکاری ہیں جو قرآن شریف نے بیان کی ہیں اور جن پر مسلمان ایمان لاتے ہیں۔

۲۔ حضرت مرزا صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام ان کے پاس آتا ہے۔ حالانکہ بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا آنا بند ہو چکا ہے۔

۳۔ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے منکر اور خود مدعی نبوت ہیں۔

۴۔ حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جس طرح میں ایمان لاتا ہوں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اسی طرح میں اپنی اس وحی پر بھی ایمان لاتا ہوں جو مجھ پر نازل ہوتی ہے۔

۵۔ حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں پہلے مریم بنا پھر حاملہ ہوا اور پھر مجھ میں سے ابن مریم پیدا ہوا اور میں ابن مریم بن گیا۔

۶۔ احمدیوں کے پاس اپنی شریعت کی کتاب ہے جس کا نام مبین ہے اور اس کے بیس پارے ہیں۔

۷۔ علماء نے حضرت مرزا صاحب کے قتل کے کئی منصوبے بنائے اور قتل کرنے کی کوشش کی مگر چونکہ انگریز ان کا باڈی گارڈ تھا اس لئے وہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔

۸۔ انگریز نے حضرت مرزا صاحب کو کھڑا کیا تھا تاکہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو۔

۹۔ حضرت مرزا صاحب کی موت عبرتناک ہوئی۔

ان اعتراضات کے علاوہ بھی کچھ باتیں اس شخص نے اپنی تقریر میں بیان کی ہیں مگر ان کی کوئی قابل ذکر اہمیت نہیں ہے۔

اب میں سلسلہ وار ان محولہ بالا اعتراضات کو لیتا ہوں اور ہر اعتراض کا جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ وباللّٰہِ توفیق۔

اعتراض اول

مولوی عبدالقیوم صاحب کہتے ہیں کہ از روئے قرآن شریف خدا تعالیٰ تجسم سے پاک ہے۔ وہ حی وقیوم ہے۔ نہ اس کو نیند آتی ہے اور نہ اونگھ اس پر غلبہ پاسکتی ہے۔ لیس کمثلہ شی اس کی مثل کوئی شے نہیں۔ لیکن اس کے برعکس حضرت مرزا صاحب کہتے ہیں کہ اللہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا اور اس نے سرخ رنگ سے قضاوقدر کے کاغذات پر دستخط کئے اور دستخط کرنے سے پہلے قلم کو چھڑکا تو اس کے قطرے آپ کے کرتہ پر اور آپ کے مرید کی ٹوپی پر پڑے۔ پھر یہ کہ خدا روزے بھی رکھتا ہے اور افطار بھی کرتا ہے۔ خدا خطا بھی کرتا ہے معاف بھی کرتا ہے اور یہ باتیں خدا تعالیٰ کی ان صفات کے خلاف ہیں جو قرآن شریف میں بیان ہوئی ہیں۔ لہٰذا یہ شخص توحید باری تعالیٰ کا منکر ہے اور بدیں وجہ کافر ہے۔ اس سلسلہ میں ان مولوی صاحب نے حضرت اقدس کے دو الہام بھی "البشریٰ" جلد ۲ صفحہ ۹۷ کے حوالہ سے بیان کئے ہیں۔ چونکہ اس شخص نے "البشریٰ" نہ اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور نہ اسے پڑھا ہے اس لئے بالکل غلط حوالہ دیا ہے۔ اس شخص کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ الہامات کی اس کتاب کی صرف دو جلدیں ہیں نہ کہ بارہ۔ بہرحال یہ الہام حضرت مرزا صاحب کی کتاب "حقیقۃ الوحی" کے صفحہ ۱۰۳ پر درج ہیں اور وہ یوں درج ہیں:

اِنی مع الرسول أُجیبُ أُخطِی و أُصیبُ

اِنی مَع الرسول اقومُ وَافطِرُ و اَصُومُ

ان دونوں الہاموں کا ترجمہ جو خود حضرت مرزا صاحب نے اس کتاب میں معہ تشریح کیا ہے وہ اس طرح ہے:

۱۔ میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دوں گا۔ اپنے ارادہ کو کبھی چھوڑ دوں گا، کبھی پورا کروں گا۔

۲۔ میں رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ میں افطار کروں گا اور روزہ بھی رکھوں گا۔

پھر پہلے الہام کی تشریح کتاب کے فٹ نوٹ میں یوں کی ہے "اس وحی کے ظاہری الفاظ یہ معنی رکھتے ہیں کہ میں خطا بھی کروں گا اور معاف بھی یعنی میں جو چاہوں گا کبھی کروں گا اور کبھی نہیں۔ میرا ارادہ کبھی پورا ہوگا اور کبھی نہیں۔ ایسے الفاظ خدا تعالیٰ کے کلام میں آجاتے ہیں جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ میں مومن کی قبض روح کے وقت تردد میں پڑتا ہوں۔ حالانکہ خدا تردد سے پاک ہے۔ اسی طرح یہ وحی کہ کبھی میرا ارادہ خطا ہو جاتا ہے اور کبھی پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ کبھی میں اپنی تقدیر اور ارادہ منسوخ کر دیتا ہوں اور کبھی وہ ارادہ جیسا کہ چاہا ہوتا ہے"۔

دوسرے الہام کے معنے جو حضرت مرزا صاحب نے کئے ہیں وہ اوپر لکھ چکا ہوں اور اس الہام کی وضاحت کتاب کے فٹ نوٹ میں یوں فرمائی ہے "ظاہر ہے کہ خدا روزہ رکھنے اور افطار سے پاک ہے اور یہ الفاظ اپنے اصلی معنوں کی رو سے اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ پس یہ ایک استعارہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنا قہر کبھی نازل کروں گا اور کبھی کچھ مہلت دوں گا اس شخص کی مانند جو کبھی کھاتا ہے اور کبھی روزہ رکھ لیتا ہے اور اپنے تئیں کھانے سے روک لیتا ہے اور اس قسم کے استعارات خدا کی کتابوں میں بہت ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کو خدا کہے گا کہ میں بیمار تھا میں بھوکا تھا میں ننگا تھا"۔

میں اس سلسلہ میں یہ کہنا چاہوں گا جو الہام کے معنی اور مفہوم خود صاحب الہام کرتا ہے' وہ حجت ہوتے ہیں۔ جو شخص ان معانی کو چھوڑ کر اپنے معنے کرتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کی راہ کو چھوڑتا ہے۔ بسا اوقات الہامات میں جو اولیاء اللہ کو ہوتے ہیں خدا اعلامتی زبان میں کلام کرتا ہے۔ یعنی جو الہامات کے ظاہری معنے ہوتے ہیں۔ ان سے دراصل وہ معنی ہرگز مراد نہیں ہوتے۔ اس لئے صاحب الہام اپنے الہامات کے جو معنی اور تشریح کرتا ہے وہ حرف آخر ہوتے ہیں۔ اب ان معنوں کی رو سے جو حضرت مرزا صاحب نے خود کئے ہیں خدا تعالیٰ کی صفات حسنہ پر کچھ حرف نہیں آتا اور نہ یہ الہامات اس کی صفات کے نقیض ہوتے ہیں۔ البتہ صاحب الہام اگر صاف زبان میں کوئی بات خدا تعالیٰ کی نسبت بیان کرے اور اس میں باری تعالیٰ کی کسرشان ہوتی ہو تو واقعی وہ بیان قابل اعتراض پڑتا ہے۔ لیکن حضرت مرزا صاحب کی ہر تحریر میں ربِ ذوالجلال کی وہ توصیف اور حمد وثنا پائی جاتی ہے کہ پڑھنے والے پر وجد طاری ہو جاتا ہے۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی شان میں فرماتے ہیں:

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدء لانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا
اس بہار حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے ترک یا تاتار کا
ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا
چشمہ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشا ہے تری چمکار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا
تیرے ملنے کے لئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا
ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جان گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کیا بد بخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے.... پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر قدم میں تمہارا مددگار ہے.... تم غیر قوموں کی تقلید نہ کرو جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں.... اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے.... میں تمہیں حد اعتدال تک رعایت اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیا کرتا ہے اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آجائے کہ خدا ہی خدا ہے اور سب ہیچ ہے" (کشتی نوح ص ص ۱۹، ۲۰)۔

اور اپنے متبعین کو یہ تلقین فرماتے ہیں:

"پیروی کرنے کے لائق یہ باتیں ہیں کہ (بیعت کرنے والے احمدی) یقین کریں کہ ان کا ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا ہے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے نہ وہ کسی کا بیٹا نہ کوئی اس کا بیٹا" (کشتی نوح ص ۱۰)۔

میرے پیارے احمدی بھائیو اور میری محترم بہنو! آپ اور ہم سب اللہ کے فضل و کرم سے روزانہ تلاوت قرآن مجید کرتے ہیں اور اس فرقان حمید میں جو صفات اللہ تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں ان پر ہم کامل ایمان رکھتے ہیں اور ان میں کسی کمی بیشی کا وہم تک ہمارے دماغوں میں نہیں آتا اور خدا تعالیٰ کی جو ارفع اور اعلیٰ شان حضرت مرزا صاحب نے بیان فرمائی ہے اس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان صرف وہی لوگ بیان کر سکتے ہیں جن کو اس قدوس ذات کا عرفان نصیب ہوا ہو اور اپنی روحانی آنکھ سے اس کا دیدار کیا ہو۔ یہ ملاں لوگ جو خدا کو صرف رسماً مانتے ہیں اور اس کے وجود سے بالکل بے خبر ہیں وہ عارفان الٰہی کی باتوں کو کیا جانیں۔ مولوی قیوم صاحب کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو اپنی معرفت کے کس مقام پر پہنچایا تھا اور اس شخص نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس مقدس انسان پر الزام بازی کی جرات کی ہے۔ مگر آپ خوب یاد رکھیں کہ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا بہ ابد
چراغ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

یعنی جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے حق و باطل میں معرکہ ہوتا چلا آرہا ہے اور جب کہیں حق کی شمع روشن ہوتی ہے تو سینکڑوں ابولہب پیدا ہو جاتے ہیں اور کفر کے شرارے چھوڑتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ مسیح موعود اور امام مہدی کا کیا تو مخالف مولویوں نے طرح

طرح کے جھوٹے الزام لگا لگا کر سادہ لوح مسلمانوں کو بہکایا۔ چنانچہ آپ انہی دنوں دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی مخالفت بڑے زوروں پر تھی۔ آپ نے وہاں جب اپنے خلاف جھوٹے الزام سنے تو فوراً ایک اشتہار لکھ کر شائع کر دیا اور یہ اعلان فرمایا:

"اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر (دہلی) کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ نبوت کا مدعی 'ملائیک کا منکر' بہشت کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلتہ القدر اور معجزات اور معراج نبوی ؐ سے بکلی منکر ہے۔

لہٰذا میں اظہاراً للحق عام و خاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ یہ الزام سراسر افتراء ہے میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائیک اور لیلتہ القدر وغیرہ سے منکر بلکہ ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی" (اشتہار ۱۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)۔

اس اشتہار سے احمدیوں کے عقائد بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ ہمارے عقائد وہی ہیں جو جماعت اہل سنت والجماعت کے ہیں اور جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ مگر جو عقائد مسلمانوں نے کتاب اللہ اور احادیث نبوی سے ہٹ کر اختیار کر رکھے ہیں ان سے ہمارا کوئی تعلق نہیں بلکہ ہم ان سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

وحدت الوجود کا عقیدہ

معزز حضرات! مولوی قیوم صاحب نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کے تجسم پکڑنے کے قائل ہیں۔ مگر اے برادران محترم ذرا ان مولوی صاحب سے یہ تو دریافت فرمایئے کہ اے مولوی صاحب! ان صوفیا اور پیران عظام کے بارے میں آپ کا کیا فتویٰ ہے جو وحدت وجود کے قائل ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب خدا کا تجسم مانتے ہیں حالانکہ خدا تجسم سے پاک ہے۔ مگر مہربان! بے شمار صوفیا تو اس مخلوق انسان 'حیوان' چرند پرند وغیرہ وغیرہ کو ہمہ اوست یعنی سب کچھ وہ خدا ہی ہے قرار دیتے ہیں۔ کیا یہ عقیدہ عین قرآن کے مطابق ہے؟ کیا واقعی یہ ساری مخلوق خود خدا ہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس عقیدہ وحدت وجود کے بانی حضرت محی الدین ابن عربی جیسا عالم بے بدل شخص تھا جس کی تکریم اور تعظیم سارا عالم اسلام کرتا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان میں اس عقیدہ کے قائل بے شمار لوگ ہیں خاص طور جو لوگ بزرگ اولیاؤں کے مرید اور ان کے مزاروں سے چمٹے رہتے ہیں۔ مولوی قیوم صاحب اور اس کی جماعت ان لوگوں کے خلاف فتویٰ کفر کیوں جاری نہیں کرتی۔ حالانکہ یہ عقیدہ کفر عظیم ہے۔ ان کو صرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہی کیوں نظر آتے ہیں حالانکہ حضرت ممدوح اتنے بڑے موحد تھے کہ تاریخ اسلام میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ میں مثال کے طور آپ حضرات کو بابا بلھے شاہ جن کا مزار شہر قصور 'صوبہ پنجاب پاکستان میں ہے اور جو بہت بڑے ولی اور صوفی شاعر مانے جاتے ہیں کا ایک شعر سناتا ہوں جو پنجابی زبان میں اس بزرگ نے کہا تھا۔

مٹی دا قلبوت بنا کے وچ وڑ بیٹھا آپے
آپے جمے' آپے مارے' آپے کرے سیاپے

اس کا مطلب یہ ہے کہ مٹی کا بت بنا کر اس کے اندر خود بسیرا کر لیا' خود ہی جنم دیتا ہے' خود ہی مار دیتا ہے اور خود ہی سینہ پیٹتا ہے۔ یہ خدا کی طرف اشارہ ہے کہ ہر انسانی جسم میں خود خدا ہے اور جو انسان کی کوکھ سے پیدا ہوتا ہے وہ بھی خود ہے اور جو مرجاتا ہے وہ بھی خود ہی ہے اور پھر خود ہی مرنے والے کا ماتم کرتا ہے۔ کوئی عالم دین اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر بتائے کیا اس خیال کا اسلام کے ساتھ کوئی جوڑ ہو سکتا ہے۔ مگر کہنے والے نے یہ کہا اور سننے والاے اس پر سر دھنتے ہیں۔ اور یہ مولوی ہیں کہ انہیں سانپ سونگھ جاتا ہے اور اف تک کرنے کی جرات نہیں کرتے۔ کیا بلھے شاہ کا یہ خیال خدا کی صفت لیس کمثلہ شی سے مطابقت کھا سکتا ہے۔ کیا خالق اور اس کی مخلوق دونوں ایک ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ لوگ جو اپنے گھر کو باطل سے پاک اور صاف نہیں کر سکتے۔ یہ دوسرے لوگوں کے بزرگوں پر تیر برسانے کا حق رکھتے ہیں۔ میں مولوی قیوم صاحب کو کہتا ہوں کہ پہلے اپنے گھر کی خبر لو پھر احمدیوں کی طرف قدم اٹھانا۔ کفر تو تمہارے اپنے گھر میں بھرا پڑا ہے اور تیر برسانے نکلے ہو اس مقدس انسان پر جس کا مقام یہ تھا۔

منم مسیح زمان و بہانگ بلند می گویم
منم خلیفہ شاہے کہ بر سما باشد

یعنی میں زمانے کا مسیح ہونے کا بڑی بلند آواز میں اعلان کرتا ہوں۔ میں اس بادشاہ کا خلیفہ ہوں جس کا تخت آسمان پر ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

علوم جدیدہ کے اسلام پر حملے اور وجود باری تعالیٰ کا انکار

آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ انیسویں صدی میں مغربی دنیا سے آئے ہوئے علوم جدیدہ اور فلسفہ اور سائنس نے تعلیم یافتہ لوگوں کے ذہنوں میں وجود باری تعالیٰ کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کئے تھے اور دہریت نے جو ترقی کی تھی اس کی مثال گذشتہ صدیوں میں ملنی محال ہے اور اسلام کا بنیادی ستون ہی خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ اگر اس ذات قدوس پر ایمان جاتا رہے یا ایمان ڈھیلا پڑ جائے تو اسلام کی ساری تعلیم ہی رائیگاں جاتی ہے۔ اس زمانہ میں انہی علوم سے متاثر ہو کر کئی ایک تحریکیں اٹھیں جن کی بنیاد خالصتاً مادہ پرستی پر تھی۔ جو وحی والہام کے اور خدا کے وجود کی قائل نہ تھیں اور خود روشن خیال مسلمان طبقہ میں سرسید احمد خان کی تحریک نے دعا سے انکار کر دیا اور وحی کے محض دل سے اٹھ کر دل پر پڑنے کا خیال ایجاد کر لیا اور اسلام کو اس کی روحانیت سے خالی کر دیا۔ حضرت مرزا صاحب نے آریہ سماج، برہمو سماج، دیو سماج، سناتن دھرم اور دیگر ہندو فرقوں، دہریوں اور عیسائیوں کے پھیلائے ہوئے باطل عقائد اور خیالات کی تردید اور اسلام پر ہر قسم کے اعتراضات کے جوابات نہایت مدلل اور معقول دینے کے لئے کتاب "براہین احمدیہ" تالیف فرمائی اور ساتھ ہی دس ہزار روپیہ کا انعامی اشتہار بھی دیا کہ جو شخص اس کتاب میں درج شدہ دلائل کو توڑ کر دکھا دے وہ مبلغ دس ہزار روپیہ انعام کا حقدار ہوگا اور مخالف کو یہاں تک رعایت دی کہ اگر اس کتاب کے دلائل نہیں توڑ سکتے تو اپنی الہامی کتاب سے "براہین احمدیہ" میں درج شدہ دلائل کے برابر یا نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ اور اگر اتنا نہیں تو چلو پانچواں حصہ کے برابر اپنے مذہب کی تائید میں اور اسلام کی تردید میں نکال کر دکھائے دے تو وہ بھی یہ انعام پانے کا مستحق ہوگا۔ وہ چیلنج آج ایک سو پندرہ برس کے بعد بھی اپنی جگہ قائم و برقرار ہے۔ آج تک کوئی مخالف اسلام عالم دنیا میں پیدا نہیں ہوا جس نے آپ کے دلائل کی تردید کی ہو۔ کیا اس سے بڑھ کر بھی اس شخص کے صادق اور خدا کا مامور ہونے کی روشن اور تاباں دلیل ہو سکتی ہے؟

مولوی قیوم صاحب کو اس کے گھر پہنچانے کے لئے میں خود اس کے اپنے ہی ایک بزرگ اہل حدیث عالم دین جس کا اپنے زمانہ میں خوب طوطی بولتا تھا ریویو جو اس نے "براہین احمدیہ" پر لکھا تھا پیش کرتا ہوں تا کہ آپ حضرات کو اس کتاب کی اہمیت اور فضیلت کا اندازہ ہو سکے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی سرغنہ جماعت اہل حدیث نے اپنے ماہوار رسالہ "اشاعۃ السنۃ" میں لکھا:

"یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرًا..... اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہائے مخالفین خصوصاً آریہ و برہمو سماج سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھایا ہو اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ اور مشاہدہ کرے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو" (جلد ۷، نمبر ۶، ۷، ۸ ص ۱۶۹، ۱۷۰)۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے ہمارے حضرت مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ سے اپنی ہمکلامی کے تجربہ اور مشاہدہ سے اقوام غیر کو مزہ چکھا دیا تھا اور علماء نے آپ پر نازل ہونے والی وحی والہام کو اسلام کی صداقت کا ایک بین ثبوت قرار دیا اور چونکہ آپ کے مقابلہ میں کوئی غیر مسلم یہ کہنے کے لئے نہ کھڑا ہو سکا کہ اس سے بھی خدا ہمکلام ہوتا ہے تو اس سے اسلام کا جملہ ادیان عالم پر غالب آنے کا زندہ ثبوت مہیا ہو گیا اور اگر قرآن کی آیت مبارکہ ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ و کفا باللّٰہ شھیداً جو آپ پر الہاماً نازل ہوئی تھی تو وہ بے مقصد نہ تھی بلکہ اس میں پیشگوئی تھی کہ اس مرد حق کے ہاتھوں سے جملہ ادیان عالم پر اسلام غلبہ پائے گا۔

سرخ چھینٹوں کے واقعہ پر اعتراض

مولوی قیوم صاحب نے خدا تعالیٰ کی صفات کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ اعتراض اٹھایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب خدا کا تجسم مانتے ہیں حالانکہ وہ تجسم سے پاک ہے اور کہتے ہیں کہ میں نے خدا تعالیٰ کو ایک حاکم کی شکل پر دیکھا اور میں نے قضا و قدر سے متعلق کچھ کاغذات خدا تعالیٰ کے حضور میں دستخطوں کے لئے پیش کئے تو اس خدا حاکم نے سرخ دوات میں قلم ڈبویا اور پھر اسے میری طرف چھڑکا اور پھر کاغذات

پر دستخط کر دیئے اور سرخ رنگ کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے اور پاس بیٹھے ہوئے مرید عبداللہ سنوری کی ٹوپی پر بھی وہ سرخ قطرے تازہ بتازہ پڑے ہوئے پائے۔ مولوی قیوم صاحب نے اس واقعہ کو محل اعتراض بنایا ہے کہ ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خدا نے ایک حاکم کی شکل اختیار کر کے کاغذات پر واقعی دستخط کئے ہوں اور سرخ قطرے حضرت مرزا صاحب کے کرتہ پر واقعی پڑے ہوں۔ اس کا یہ اعتراض عارفوں کے روحانی مقام کے نہ سمجھنے کے سبب سے ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ حضرت مرزا صاحب کی روحانی عظمت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اس واقعہ کی پہلے تفصیل ملاحظہ ہو۔ یہ واقعہ دراصل ۱۸۸۴ء کا ہے اور گرمیوں کا موسم تھا۔ رمضان شریف کی ستائیسویں تاریخ اور جمعہ کا دن تھا آپ قادیان میں مسجد مبارک سے ملحقہ اپنے ایک کمرے میں لیٹے ہوئے تھے اور عبداللہ سنوری آپ کے ایک عقیدتمند آپ کے پاؤں دبا رہا تھا۔ آپ نے رویا میں دیکھا کہ ایک مصفا اور وسیع مکان ہے جس میں ایک پلنگ بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک شخص حاکم کی صورت میں بیٹھا ہے۔ میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ احکم الحاکمین رب العالمین ہے اور اس وقت میں اپنے آپ کو ایسا سمجھتا تھا جیسے کوئی حاکم کا سرشتہ دار ہوتا ہے اسی اثنا میں دشمنان اسلام میں اور ہم میں جو جھگڑا چل رہا ہے اس کی مسل جناب الٰہی میں پیش کرنے کے لئے میں جو نزدیک گیا تو انہوں نے نہایت شفقت سے مجھے اپنے پاس پلنگ پر بٹھا لیا ہے۔ پھر جناب الٰہی نے سرخ سیاہی میں قلم ڈبو کر اس مسل پر دستخط کئے مگر دستخط کرنے سے پہلے قلم کو جو جھاڑا تو اس سے سرخ چھینٹے نکل کر میرے کرتے پر پڑے۔ معاً آنکھ کھل گئی اور حیرت یہ ہے کہ وہ سرخ چھینٹے اسی طرح جس طرح عالم رویا میں کرتے پر پڑے تھے عالم بیداری میں بھی کرتے پر پڑے ہوئے تھے۔

مولوی قیوم صاحب نے اس واقعہ کا حوالہ ”تریاق القلوب“ میں سے دیا ہے جو غلط ہے۔ دراصل یہ واقعہ حضرت اقدس کی کتاب ”سرمہ چشم آریہ“ میں بیان کیا گیا ہے۔ آپ وہ واقعہ حضرت میرزا صاحب کی زبان سے سنئے۔ فرماتے ہیں:

”یاد رکھنا چاہئے کہ مکاشفات اور رویاء صالحہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض صفات جمالیہ یا جلالیہ الٰہیہ انسان کی شکل پر متمثل ہو کر صاحب کشف کو نظر آجاتی ہیں اور مجازی طور پر وہ خیال کرتا ہے کہ وہی خداوند قادر مطلق ہے۔ اور یہ امر ارباب کشوف میں شائع و متعارف و معلوم الحقیقت ہے جس سے کوئی صاحب کشف انکار نہیں کر سکتا۔ غرض وہی صفت جمال جو بعالم کشف قوت متخیلہ کے آگے اسے دکھائی دی تھی جو خداوند قادر مطلق ہے اس ذات بیچوں بیچگوں کے آگے وہ کتاب قضاو قدر پیش کی گئی اور اس نے جو ایک حاکم کی شکل پر متمثل تھا اپنے قلم کو سرخی کی دوات میں ڈبو کر اول اس سرخی کو اس عاجز کی طرف چھڑکا اور بقیہ سرخی کا قلم کے منہ میں رہ گیا اس سے اس کتاب پر دستخط کر دیئے اور ساتھ ہی وہ حالت کشفیہ دور ہو گئی اور آنکھ کھول کر جب خارج میں دیکھا تو کئی قطرات سرخی کے تازہ بتازہ کپڑوں پر پڑے۔ چنانچہ ایک صاحب عبداللہ نام جو سنور ریاست پٹیالہ کے رہنے والے تھے اس وقت اس عاجز کے پاس نزدیک ہو کر بیٹھے ہوئے تھے دو یا تین قطرے سرخی کے ان کی ٹوپی پر پڑے۔ پس وہ سرخی جو ایک امر کشفی تھا وجود خارجی پکڑ کر نظر آگئی“ (سرمہ چشم آریہ ص ۱۳۲)۔

برادران محترم آپ نے دیکھا کہ یہ ایک کشف تھا اور جو کچھ ہوا وہ عالم کشف میں ظہور پذیر ہوا۔ مگر قادر مطلق کی طاقت جو نیست کو ہست میں لاتی ہے‘ نے اپنی قدرت دکھادی اور حضرت مرزا صاحب کے ایمان کو مضبوط سے مضبوط تر کر دیا کہ اللہ کریم کو نیست سے ہست کرنے پر پوری قدرت حاصل ہے اور ہندوؤں بالخصوص آریہ سماجیوں کا یہ خیال کہ خدا نیست سے ہست کرنے پر قادر نہیں بلکہ موجود شے کو بنا سوار اور خلق کر سکتا ہے غلط ثابت کر دیا۔ اب یہ تو آپ سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی خواب بین کو اپنی خواب پر اور کسی صاحب کشف کو اپنے کشف پر کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ یہ سب خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اگر حضرت مرزا صاحب کو رب العالمین ایک حاکم کی شکل میں دکھائی دئے تو اس میں ان کا کیا عمل دخل تھا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھانی تھی سو دکھادی اور آپ کو مشاہدہ کرادیا کہ خدا ناموجود کو موجود کر سکنے پر قادر ہے اور آریہ سماجیوں کا عقیدہ باطل ہے۔

اب آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ آیا اس قسم کے حیرت انگیز واقعات اس امت محمدیہ میں پہلے بھی کبھی ہوئے ہیں یا نہیں۔ پہلے یہ دیکھتے ہیں کہ آیا خدا تجسم پکڑتا ہے یا نہیں اور کشف یا نیند میں انسان کی صورت میں متمثل ہوتا ہے یا نہیں۔ تو لیجئے یہ بات آپ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنئے۔ آپ فرماتے ہیں رَئَیْتُ رَبَّ الْعِزَّتِ فِی الْمَنَامِ عَلٰی سُوْرَۃِ اُمِّیِ جس کا ترجمہ ہے کہ میں نے ربّ العزت کو خواب میں اپنی ماں کی صورت میں دیکھا (بحر المعانی ص ۶۴)۔ اے مولوی قیوم صاحب اٹھو اور جاری کرو کفر کا فتویٰ اس بزرگ ہستی پر جو چھٹی صدی ہجری کے مجدد اور قطب الاقطاب تھے۔ اب بتاؤ خدا تجسم پکڑتا ہے یا نہیں۔ اے بدقسمت انسان تو عالم خواب یا عالم کشف اور عالم بیداری میں کچھ فرق

نہیں کرتا اور خدا کے مقرب مجدد صد چہار دہم پر تیرو تفنگ لے کر دوڑتا ہے۔

اب آگے چلئے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ سنئے "ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کا ایک ہمسایہ شمعون نامی آتش پرست تھا۔ حضرت حسن نے سنا کہ وہ سخت بیمار اور قریب المرگ ہے آپ نے اس کو تبلیغ کی اور وہ شخص اس شرط پر مسلمان ہوا کہ حضرت حسن اسے جنت کا پروانہ لکھ دیں اور اس پر اپنے اور بزرگان بصرہ کے دستخط کر کے اس کی قبر میں جب وہ مرجائے اس کے ہاتھ میں دے دیں تاکہ اگلے جہان میں وہ پروانہ گواہ رہے۔ چنانچہ حضرت حسن نے ایسا ہی کیا۔ مگر بعد میں خیال آیا کہ میں نے کیا کیا ہے۔ اس کو جنت کا پروانہ کیوں لکھ دیا۔ کہتے ہیں کہ اسی خیال میں سو گئے اور شمعون کو دیکھا کہ شمع کی طرح تاج سر پر اور شاندار لباس پہنے ہوئے بہشت کے باغوں میں ٹہل رہا ہے اس نے حسن سے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے اپنے محل میں اتارا ہے اور اپنے کرم سے اپنا دیدار دکھایا ہے۔ اب آپ کے ذمہ کوئی بوجھ نہیں رہا اور آپ سبکدوش ہو گئے ہیں۔ لیجئے اپنا اقرار نامہ کیونکہ اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ جب حضرت حسن خواب سے بیدار ہوئے تو اس پروانہ کو اپنے ہاتھ میں دیکھا" (تذکرۃ الاولیاء فارسی از حضرت فریدالدین عطار ص ۲۳ مطبع کریمی ۱۳۲۱ھ)۔

اب اس مولوی صاحب سے پوچھئے کہ وہ پروانہ جو شمعون کی قبر میں دفن ہو چکا تھا وہ خواب اور عالم بیداری میں حضرت حسن کے ہاتھ میں کیسے آ گیا۔

"اسی طرح حضرت عبداللہ بن جلا فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مدینۃ النبی گیا اور مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی آنحضرت صلعم کی قبر مبارک پر میں گیا اور حضورؐ اور حضورؐ کے دونوں ساتھیوں کو السلام علیکم کہا اور عرض کیا کہ حضرتؐ میں سخت بھوکا ہوں اور آپ ہی کا مہمان ہوں یہ کہہ کر میں قبر سے پرے ہٹ کر سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آنحضرت صلعم میری طرف تشریف لائے ہیں۔ میں بغرض تعظیم کھڑا ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے مجھے ایک نان دیا۔ میں نے اس میں سے آدھا کھا لیا۔ جب بیدار ہوا تو نان کا باقی حصہ میرے ہاتھ میں رہ گیا تھا" (تذکرۃ الاولیا ص ۲۶۵)۔

میں نے بزرگان امت کی مثالیں پیش کی ہیں۔ اب تو ان مولوی صاحب کو توبتہ النصوح کرنی چاہئے اور حضرت مرزا صاحب کے قدموں میں گرنا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ روحانی سلوک عام انسانوں سے نہیں ہوتا۔

میں آپ کو یہ خوشی کی بات بھی بتا دوں کہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب "سرمہ چشم آریہ" جس میں سرخ چھینٹوں والا واقعہ درج ہے پر اہل حدیث کے ہی مولوی محمد حسین بٹالوی نے بڑا شاندار ریویو لکھا تھا اور تمام مسلمانوں کو تلقین کی تھی کہ ہر ایک مسلمان اس بے نظیر کتاب کے دس دس بلکہ بیس بیس نسخے خرد کر مسلمانوں میں مفت تقسیم کرے۔ کیونکہ اس میں اسلام کی حقانیت اور آریہ سماج کے اعتراضات کا منہ توڑ جواب اور ان کے عقائد کا زوردار بطلان ہے۔ پھر جب ۱۹۲۳ء میں آریہ سماجی ہندوؤں نے ہندوستان میں شدھی کی تحریک چلائی تھی جس کا مقصد مسلمانوں کو دوبارہ ہندو بنانا تھا تو انجمن حمایت اسلام' لاہور نے اس کتاب کا ایک نیا ایڈیشن اپنے خرچ پر شائع کیا تھا اور اس کی خوب اشاعت کی تھی تاکہ شدھی تحریک کا کامیابی سے سدباب کیا جا سکے۔

حضرت جبرائیل کا آنا

مولوی قیوم صاحب کو اس پر بھی بڑا اعتراض ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میرے پاس جبرائیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس فرشتہ کا نزول بند ہو چکا ہے۔ اب یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ اس مولوی صاحب نے کہاں سے سن لیا ہے کہ یہ فرشتہ گذشتہ چودہ سو برس سے آسمان پر بیکار بیٹھا ہوا ہے اور مفت کی پنشن کھا رہا ہے۔ اس کا فرض تھا کہ اپنی تقریر میں صاف بتاتا کہ قرآن شریف کی فلاں آیت ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی فلاں حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فرشتہ صرف انبیاء پر نزول فرماتا ہے۔ غیر انبیاء پر نہیں نازل ہوا کرتا۔ جب اس کے پاس نہ قرآن کی اور نہ حدیث کی کوئی شہادت موجود ہے تو پھر اس کا حضرت مرزا صاحب پر اعتراض کرنا بالکل بے معنی ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا۔ جَاءَنِی آئیل وَ اختارَ میرے پاس آئیل آیا اور اس نے مجھے چن لیا۔ اس الہام کے متعلق حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔ "اس جگہ آئیل خدا تعالیٰ نے جبرائیل کا نام رکھا ہے اس لئے کہ بار بار رجوع کرتا ہے" گویا معلوم ہوا کہ یہ فرشتہ بار بار آتا رہتا ہے اور آسمان پر بیکار بیٹھا ہوا نہیں ہے۔ مگر الہام میں صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ اس فرشتہ نے حضرت مرزا صاحب کو چن لیا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ وہ آپ پر وحی نبوت لایا۔ اب ظاہر ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ تجدید دین کے لئے مبعوث کرتا ہے وہ شخص تمام امت میں چنا جاتا ہے اور خدا کا فعل فرشتہ کے ذریعہ ہی ظہور پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ خدا نے جبرائیل علیہ السلام کو

حضرت مرزا صاحب کی طرف بھیجا اور حسب منشاء الٰہی اس نے آپ کو منصب مجددیت کے لئے چن لیا۔ کوئی شخص اس عہدہ کا از خود تو دعویٰ نہیں کرتا کیونکہ حدیث شریف میں صاف آیا ہے اِنَّ اللّٰہ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الامۃ علٰی راسِ کل مِائۃٍ من یُّجدد لھا دِیْنَھَا اللہ ہر صدی کے سر پر اس امت کے لئے ایک شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے لئے دین کی تجدید کرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے چودھویں صدی ہجری کے عین سر پر حضرت مرزا صاحب کو تجدید و حفاظت دین کے لئے مبعوث فرمایا اور اس کا اعلان آپ نے بذریعہ اشتہار جو چوبیس ہزار کی تعداد میں چھپا ۱۸۸۵ء کی ابتداء میں کر دیا۔ اور لکھا کہ

"مصنف کو (براہین احمدیہ۔ ناقل) اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت و مشابہت ہے اور اس کو خاص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض بہ برکت متابعت حضرت خیر البشر و افضل الرسل صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضلیت دی گئی ہے جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات و سعادت و برکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بعد و حرمان ہے۔"

جب صورت حال یہ ہے تو آپ حضرات خود ہی سوچئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ جبرائیل میرے پاس آیا اور اس نے مجھے چن لیا تو یہ کلمہ کفر کیسے بن گیا۔ ہاں کلمہ کفر اس صورت میں ضرور ہوتا اگر آپ نے یہ الہام جھوٹ موٹ اپنی طرف سے بنایا ہوتا اور کوئی دوسرا شخص یہ دعویٰ کر کے اٹھا ہوتا کہ خدا نے اسے صدی چہاردہم کا مجدد مبعوث کیا ہے۔ مگر میرے دوستو اور عزیز بھائیو سارا زمانہ ڈھونڈ مارو آپ کو سوائے حضرت مرزا صاحب کے عہدۂ مجددیت کا کوئی دوسرا دعویدار نہیں ملے گا۔ آپ خوب یاد رکھیں جبرائیل امت محمدیہ کے پاکباز لوگوں کے پاس ضرور آتے ہیں۔ مثلاً حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

یعنی روح القدس بار بار معین الدین کے اندر پھونکتا ہے' میں تو نہیں کہتا مگر حقیقت یہ ہے میں عیسیٰ ثانی ہو گیا ہوں۔

روح القدس حضرت جبرائیل کو کہا جاتا ہے۔ گویا جبرائیل معین الدین کے پاس آئے تھے اور نفخ کیا تھا۔ ایک اور بزرگ ولی اللہ حضرت احمد جام رحمتہ اللہ علیہ ہو گزرے ہیں انہوں نے فرمایا:

اِمروز شاہ شاہاں مہمان شدست مارا
جبرئیل بالملائک دربان شدست مارا

آج شاہوں کا شہنشاہ ہمارے گھر میں مہمان ٹھہرا ہے اور جبرائیل دوسرے فرشتوں کے ساتھ ہمارے گھر کی دربانی کر رہا ہے۔

ان دونوں بزرگوں نے اپنے پاس حضرت جبرائیل کے آنے کا کس شاندار انداز میں ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فرشتہ کا آنحضرت صلعم کے بعد آنا بند نہیں ہوا اور دوسری بات یہ کہ جبرائیل صرف انبیاء پر نہیں نازل ہوتا ہے۔ قرآن کو دیکھئے وہاں لکھا ہے کہ ام موسیٰ کو وحی ہوئی۔ حضرت مریم صدیقہ کی طرف فرشتہ جو مکمل بشر کی صورت میں ظاہر ہوا اور خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر بھی وحی بھیجی۔ وحی ہمیشہ جبرائیل فرشتہ لے کر آتا ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ انبیاء پر وحی نبوت لاتا ہے اور غیر انبیاء پر وحی ولایت لاتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کو فرمایا یا حسانُ اھجُھُم و جبرئیل مَعکَ ترجمہ: اے حسان ان کی ہجو کرو اور جبرائیل تمہارے ساتھ ہے۔ (کنزالعمال جلد ۷ ص ۲۲ حدیث ۱۸۲)۔

دوسری حدیث میں ہے قال لحسان اِن روحُ القُدوسِ لا یزال مُویَّدکَ ترجمہ: حسان کو فرمایا کہ روح القدس ہمیشہ تمہاری امداد پر رہتا ہے (کنزالعمال جلد ۷ حدیث ۱۸۸)۔ اِن حدیثوں سے بھی جبرئیل کا نزول غیر انبیاء پر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اِنی معَ الرَّسُول

حضرت مرزا صاحب کے الہاموں میں انی مع الرسول اجیب و انی مع الرسول اقوم بھی آیا ہے۔ یعنی میں رسول کے ساتھ کھڑا ہو کر جواب دوں گا اور میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ ان کے اندر جو خداوند کریم کی طرف سے ارشاد ہوا ہے وہ بالکل حقیقت پر مبنی ہے کیونکہ حضرت مرزا صاحب کی ساری زندگی میں بالعموم اور ماموریت کے زمانہ میں بالخصوص خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور تائید و نصرت سے ہمیشہ نوازا اور ہر دشمن اور مخالف نے آپ کے مقابلے میں ذلت اٹھائی اور اپنے ہر ناپاک منصوبے میں ناکام و نامراد رہا۔ پنڈت لیکھ رام جیسا بدزبان گستاخ اور شاتم رسول ؐ آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق دست غیبی سے جہنم رسید ہو گیا اور باوجود سر توڑ کوشش کے جو حکومت اور آریہ سماجیوں نے کی اس کے قاتل کا

کہیں کھوج نہ مل سکا۔ متعدد لوگ آپ سے مباہلہ کر کے ہلاک ہو گئے۔ بہت بڑا عیسائی پادری ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنے بدانجام کو پہنچا۔ امریکہ کا جان الیگزینڈر ڈوئی جیسا دشمن اسلام جو خود مدعی نبوت تھا اور دنیا سے دین اسلام کا نام و نشان مٹا دینا اپنی نبوت کا مشن قرار دیتا تھا آپ کے مقابلے میں آکر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ مر گیا اور دوسرے لوگ تو الگ رہے خود اس کی بیوی اور بچے اسے چھوڑ کر چلے گئے۔ انگلستان کا پادری پگٹ حسرتناک موت مر گیا اور دفاع اسلام کے سلسلہ میں خدا نے ہر میدان میں آپ کو مظفر و منصور کیا اور اسلام کے لئے درد رکھنے والے مسلم مشاہیر نے آپ کو "فتح نصیب جرنیل" کا خطاب دیا اور جب اس دنیا سے اٹھا تو عیسائی مذہب اپنی تعلیم کے لحاظ سے دم توڑ چکا تھا اور وہ خنزیر صفت لوگ جو رسول اکرمؐ کی آئے دن ہجو کرتے اور آپ کی بے ادبی کرتے تھے دنیا سے چل بسے تھے اور اسی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:

لوائے ما پناہ ہر سعید خواہد بود
ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد
عجب مدار اگر خلق سوئے ما بدوند
کہ ہر جا کہ غنی می بود گدا باشد

ترجمہ: ہمارا جھنڈا ہر خوش قسمت انسان کی پناہ ہوگا اور کھلی کھلی فتح کی شہرت ہمارے نام پر ہوگی۔ اگر مخلوق ہماری طرف دوڑ کر آئے تو تعجب نہ کر کہ جس جگہ دولتمند ہوتا ہے وہاں فقیر جمع ہو جاتے ہیں۔

اور واقعی دنیا ورطہ حیرت میں ڈوب گئی جب اس نے دیکھا کہ حق کی متلاشی روحیں اس کی طرف ہزاروں کی تعداد میں بھاگتی جا رہی ہیں اور قادیان جو ایک گمنام بستی تھا۔ چاردانگ عالم میں اس کا شہرہ پھیل گیا ہے اور اس کی جماعت لاکھوں کی تعداد میں دور و نزدیک پھیل گئی۔

مسئلہ ختم نبوت اور حضرت مرزا صاحب

اب میں ختم نبوت کے مسئلہ پر گفتگو کرتا ہوں۔ دراصل یہ مسئلہ بہت اہم ہے۔ مولوی قیوم صاحب نے یہ الزام لگایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت کے منکر اور خود مدعی نبوت تھے۔ مگر یہ اعتراض کرتے ہوئے حضرت ممدوح کی کوئی تحریر پیش نہیں کی بلکہ مرزا محمود احمد جو اس جماعت کے بانی تھے جو حضرت مرزا صاحب کو نبی قرار دیتی ہے کی دو تحریریں ان کی کتاب "انوار خلافت" سے پڑھی ہیں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ گفتگو کرتا ہے حضرت مرزا صاحب پر اور تحریریں پیش کرتا ہے کسی دوسرے شخص کی۔ حضرت مرزا صاحب نے چھوٹی بڑی اسی (۸۰) کتابیں تصنیف کی ہیں۔ دس بڑی جلدوں میں آپ کے ملفوظات ہیں دس بارہ جلدیں اشتہارات کی ہیں اور مکتوبات کی کتاب الگ ہے۔ اتنے بڑے ذخیرہ علم کو چھوڑ کر صرف مرزا محمود احمد کی تحریر پیش کرتا ہے۔ ہمیں اقرار ہے کہ وہ شخص آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتا تھا اور نبوت کو تاقیامت جاری و ساری مانتا تھا مگر اس کی کوئی تحریر ہمارے لئے حجت نہیں ہو سکتی۔ ہمارے لئے صرف اور صرف حضرت مرزا صاحب کا اپنا کلام حجت ہے اور ہم صرف اس کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ ہمارا اس جماعت سے اسی باطل عقیدہ کی بنا پر ہی شدید اختلاف چلا آرہا ہے لیکن میرے عزیز بھائیو! پولوس لاکھ کہتا پھرے کہ مسیح ابن مریم ابن اللہ اور تین خداؤں میں سے ایک خدا تھا اور تثلیث پرست عیسائی لاکھ ایسا مانتے پھریں اور اسی طرح مرزا محمود احمد لاکھ حضرت مرزا صاحب کو نبی بناتا پھرے اور نبوت کو جاری و ساری کہتا رہے اور اس کی جماعت لاکھ اس کی ہمنوا اور ہمزبان ہوتی رہے نہ مسیح ابن مریم ابن اللہ بن سکتا ہے اور نہ حضرت مرزا صاحب نبی، جب تک کہ ان کے اپنے کلام میں ایسے دعوے نہیں ملتے اور یہ کیسا حسن اتفاق ہے کہ ادھر مسیح ابن مریم کے بارے میں غلو ہوا ادھر مسیح محمدی کے بارے میں غلو ہوا ہے۔ اور دعویٰ مجددیت میں حضرت مرزا صاحب نے یہ جو فرمایا تھا کہ "روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت اور مشابہت ہے" کیا صادق نکلا ہے۔ لیکن چونکہ مولوی قیوم صاحب نے اپنے سامعین کے کانوں میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف یہ بات ڈالی ہے کہ آپ ختم نبوت کے منکر ہیں اور خود مدعی نبوت تھے اور اس کو آپ کی تکفیر کی معقول وجہ قرار دیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر کچھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ ہم احمدی جن کا تعلق جماعت احمدیہ لاہور سے ہے ختم نبوت کو اسلام کا ایک بنیادی مسئلہ سمجھتے ہیں اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء نہ تسلیم کیا جائے تو اسلام کی بنیاد ہی ہل جاتی ہے اور آنحضرت صلعم کی ابوت روحانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف کی آیت ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین و کان اللّٰہ بکل شی علیما (۴۰:۳۳) صاف بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلعم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر رسول اللہ ہونے کی وجہ سے سب کے روحانی باپ ہیں اور اس ابوت روحانی کا سلسلہ قیامت تک قائم رکھنے کے لئے آپ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر دیا ہے اور اللہ

ہر شے کا خوب جاننے والا ہے۔ اگر آپ صلعم کے بعد کوئی اور نبی آجائے تو اس سے دو نقصان پہنچتے ہیں۔ پہلا یہ کہ رسول اللہ صلعم کی ابوت روحانی کا خاتمہ ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ اگر آنے والے رسول کی نبوت کا انکار کیا جائے تو امت محمدیہ دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتی ہے اور گزشتہ چودہ سو سالہ بزرگان دین کی ساری محنت ضائع اور برباد جاتی ہے۔ اس لئے ہم اپنے امام ربانی حضرت مرزا صاحب کے ہمنوا ہو کر اجرائے نبوت کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل بیان کو لفظاً" اور معناً" صحیح قرار دیتے ہیں۔

"ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ و بہ اتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء کو ملتی ہے اس کے ہم قائل ہیں اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگادے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے" (مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۳۳)۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو اور قرآن کریم کا ایک شوشہ یا نقطہ منسوخ نہیں ہوگا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض خصوصیات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ میں رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے ایک میں ہوں" (نشان آسمانی (ص ص ۳۰'۳۱)۔

آپ حضرات نے دیکھا کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کا ایک شوشہ یا نقطہ تک منسوخ نہیں ہو سکتا مگر اس کے برعکس یہ ظالم مولوی قیوم صاحب اور اس کی ساری اہل حدیث جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ قرآن شریف میں بعض ایسی آیات ہیں جو تلاوت تو باقاعدہ کی جاتی ہیں مگر ان میں نازل شدہ احکام منسوخ العمل ہیں اور بعض آیات ایسی ہیں جو قرآن کے اندر موجود نہیں ہیں اور نہ ان کی تلاوت کی جاتی ہے مگر ان پر عمل فرض ہے۔ مثال کے طور پر کوئی آیت رجم ہے۔ اس پر عمل ہو رہا ہے مگر قرآن میں موجود نہیں اور قرآن کی سورہ نور میں زانیہ اور زانی کی سزا سو سو درے آئی ہے۔ وہ صرف کنواروں کے لئے ہے لیکن شادی شدہ ہونے کی صورت میں ان کا رجم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح قتل مرتد کی سزا قرآن شریف میں موجود نہیں ان علماء نے از خود ہی یہ سزا ایجاد کر رکھی ہے۔ گویا قرآن میں ناسخ و منسوخ مان کر ان علماء نے اسلام کے دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع فراہم کیا ہے کہ قرآن شریف نامکمل کتاب ہے اور اس ناسخ و منسوخ کے ناپاک عقیدہ سے قرآن شریف کی آیت نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون (۹:۱۵) کی کھلی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ جب قرآن کا کچھ حصہ قرآن سے باہر رہ گیا جس پر عمل در آمد فرض ہے اور کچھ حصہ ایسا درج ہو گیا کہ اس پر عمل در آمد منسوخ ہے تو حفاظت قرآن کے خدائی وعدہ کی حقیقت باقی کیا رہ جاتی ہے۔ یہ لوگ جو ہم احمدیوں کو محض فروعی باتوں میں اختلاف پر کافر کافر کہتے پھر رہے ہیں ان کو اپنا یہ کفر نہیں نظر آتا جو کہ بنیادی قسم کا کفر ہے۔

دوسری بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب ختم نبوت کے یہ معنے کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ مگر اس کے برعکس تمام غیر احمدی علماء اور عامتہ المسلمین کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو رسول الی بنی اسرائیل تھے اور اپنی بہت بڑی امت رکھتے ہیں امت محمدیہ میں نزول فرمائیں گے اور قادیانی حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰؑ دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا چکے ہیں اس لئے ان کا دوبارہ دنیا میں آنا محال ہے اور جس مسیح کے امت محمدیہ میں آنے کی پیشگوئیاں آنحضرت صلعم نے فرمائی ہیں وہ امت محمدیہ میں پیدا ہوں گے مگر ہوں گے نبی۔ اس طرح غیر احمدی پرانے نبی کی آمد کے قائل ہیں اور قادیانی نئے نبی کی آمد کے۔ سوال یہ ہے کہ اگر نئے نبی کے آنے سے ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے تو پرانے نبی کے آنے سے کیوں نہیں ٹوٹتی۔ یہی سوال جنوبی افریقہ کی سپریم کورٹ کے جج نے علماء کے اس وفد پر کیا تھا جو حکومت پاکستان کے خرچ پر وہاں بھیجا گیا تھا۔ اس نے پوچھا تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آجائیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح آخر الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں۔ جب آپ لوگوں کا اعتقاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور وفات پانے کے بعد قیامت آجائے گی تو لامحالہ وہی آخری نبی ٹھہریں گے۔ علماء کا وفد اس سوال کا جواب دیئے بغیر پاکستان واپس لوٹ آیا اور اس کے سکوت نے ثابت کر دیا کہ وہ اس عقدہ کا کوئی حل نہیں رکھتے۔ اور یوں فتح ہمارے مبلغ حافظ شیر محمد خوشابی مرحوم و مغفور کی ہوئی۔ اے میرے عزیز بھائیو! آپ کو خدا کا بہت شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ ایک ایسی جماعت سے وابستہ ہیں جو صحیح معنوں میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبین مانتی ہے۔ اور اس عقیدہ میں کسی تاویل کی قائل نہیں۔ ہم

یہ بات فخریہ طور پر کہنے میں حق بجانب ہیں کہ سارے عالم اسلام میں صرف جماعت احمدیہ لاہور، جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کہلاتی ہے ہی واحد ایک جماعت ہے جو یہ مانتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ کے لئے نہ کوئی پرانا نبی آسکتا ہے اور نہ نیا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذٰلِکَ

آپ اپنے امام صادق کے اس بیان کو غور سے پڑھیں۔

"اس امت میں اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ سے کلام اور خطاب کرتا ہے اور انہیں انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے لیکن وہ درحقیقت نبی نہیں ہوتے کیونکہ قرآن نے شریعت کی تمام حاجتوں کو پورا کر دیا ہے ان کو سوائے فہم قرآن کے اور کچھ نہیں دیا جاتا وہ قرآن مجید میں نہ زیادہ کرتے ہیں اور نہ کم کرتے ہیں اور جو شخص قرآن مجید میں کمی بیشی کرے وہ شیطان اور بدکاروں میں سے ہے" (اردو ترجمہ از مواہب الرحمان ص ۶۶، ۱۹۰۳ء)۔

میں اوپر آپ کو بتا چکا ہوں کہ غیر احمدی قرآن میں ناسخ و منسوخ کے قائل ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ قرآن میں کچھ کم کرتے ہیں اور کچھ زیادہ کرتے ہیں۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کرلیں کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریر بالا کی رو سے ان کا شمار کس زمرہ میں ہوتا ہے۔ اللہ اللہ یہ لوگ الزام ہم کو دیتے ہیں قصور اپنا نکل آیا۔

نبوت کے مسئلہ پر اگر مولوی قیوم صاحب نے کوئی بحث کی ہوتی تو میں بڑی تفصیل سے اس کا جواب دیتا اور جو کچھ میں اس وقت کر رہا ہوں وہ صرف آپ کو شکوک اور شبہات کی دلدل سے نکالنے کے لئے کر رہا ہوں اور آپ کی مزید تشفی کے لئے کچھ تحریرات حضرت مسیح موعود کی مزید پیش کرتا ہوں۔

"ایک ادنیٰ امر دینی کے انکار سے ایمان ہاتھ سے جاتا رہتا ہے پھر اس صورت میں ایمان کا کیا حال ہوگا کہ ایک بڑے اصول دینی سے انکار کیا جائے اور وہ اصول یہ ہے کہ ایک نبی کے بعد بروقت ضرورت دوسرا نبی آتا تھا۔ پھر جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اس نبی کریم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا تو بوجہ ختم نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ ہم و غم رہتا تھا کہ مجھ سے پہلے دین کے قائم رکھنے کے لئے ہزار ہا نبیوں کی ضرورت ہوئی اور میرے بعد کوئی نبی نہیں جس سے روحانی طور پر تسلی حاصل ہو اور اس حالت میں فساد امت کا اندیشہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں بہت دعائیں کیں تب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دی اور وعدہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر دین کی تجدید کے لئے ایک مجدد ہوتا رہے گا جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ دین کی تجدید کرے گا۔ (اخبار الحکم نمبر ۲۰ جلد ۵ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۱ء)

اس بیان سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم ولٰکن رسول اللّٰہ و خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ مجھ پر سلسلہ نبوت ختم ہو چکا ہے اور آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں خدا نے تجدید دین کے لئے مجددین کی بعثت کا وعدہ فرمایا۔ جو ہر صدی کے سر پر آئے گا۔ اب آپ بتائیے کیا کسی نبی کے آنے کی خدا نے کوئی گنجائش چھوڑی ہے۔

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے آنحضرت صلعم کے بعد مدعی نبوت پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا ہے کہ ہم لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے قائل ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص اس کلمہ طیبہ کا اقراری ہے اس وقت تک کسی دوسرے شخص کی نبوت کا اقرار بالکل بے معنی ہے (کیونکہ ہر نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنا کلمہ بنائے اور اسے اپنے ماننے والوں سے پڑھوائے بالفاظ دیگر وہ اپنی نبوت کا اقرار لے۔ اس سلسلہ میں ہمارے حضرت اقدس ارشاد فرماتے ہیں۔

"اگر خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ تمام نبی یہی سکھلاتے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانو اور ساتھ اس کے ہماری رسالت پر بھی ایمان لاؤ اسی وجہ سے اسلامی تعلیم کا ان دو فقروں میں خلاصہ تمام امت کو سکھلایا گیا لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" (حقیقۃ الوحی ص ۱۱۱)۔

اے میرے احمدی بھائیو اور میری معزز بہنو! آپ نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی بیعت کی ہوئی ہے کیا آپ ان کا کلمہ پڑھتے ہیں یا کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھتے ہیں۔ آپ یقیناً کلمہ طیبہ ہی پڑھتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ بیعت کرتے وقت آپ سے حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار نہیں لیا جاتا۔ حالانکہ ہر نبی کی نبوت پر ایمان لانا بنیادی فرض ہے اور تمام انبیاء پر ایمان لانا قرآن میں فرض قرار دیا گیا ہے۔ اور کسی ایک نبی کا انکار ایک کلمہ گو مسلمان کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ لہٰذا حضرت مرزا صاحب کا اپنی نبوت کا اقرار نہ لینا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ حقیقی معنوں میں ہرگز نبی نہ تھے بلکہ محض لغوی، مجازی، ظلی اور بروزی طور پر نبی کہلاتے تھے اور یہ شان صرف اولیاء امت کی ہوتی ہے۔ چنانچہ اپنی وفات سے چند روز پہلے آپ کے پاس صوبہ سرحد سے ایک

پٹھان آیا اس سے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

"میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا نہ نماز علیحدہ بنائی ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دین ایمان سمجھتا ہوں یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اسے نبی کہا جاتا ہے۔ خدا کا وجود خدا کے نشانوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔ مثنوی میں لکھا ہے

آں نبی وقت باشد اے مرید
تا ازو نورِ نبی آئد پدید

محی الدین ابن عربی نے بھی ایسا لکھا ہے۔ حضرت مجدد (الف ثانی ' ناقل) نے بھی یہی عقیدہ ظاہر فرمایا ہے۔ پس کیا ان سب کو کافر کہو گے یاد رکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک جاری رہے گا۔

سرحدی نے سوال کیا کہ دین میں کیا نقص رہ گیا تھا جس کی تکمیل کے لئے آپ تشریف لائے۔ فرمایا احکام میں کوئی نقص نہیں نماز' قبلہ' زکوٰۃ کلمہ وہی ہے کچھ مدت کے بعد ان احکام کی بجا آوری میں سستی پڑ جاتی ہے۔ بہت لوگ توحید سے غافل ہو جاتے ہیں اور وہ (یعنی خدا۔ ناقل) اپنی طرف سے ایک بندہ کو مبعوث کرتا ہے جو لوگوں کو از سر نو شریعت پر قائم کرتا ہے۔ سو برس تک سستی واقع ہو جاتی ہے۔ ایک لاکھ کے قریب تو مسلمان مرتد ہو چکا ہے ابھی آپ کے نزدیک کسی کی ضرورت نہیں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)۔

آپ نے دیکھا حضرت مرزا صاحب نے کسی نبی کے بارے میں گفتگو نہیں فرمائی بلکہ مجدد کے بارے میں فرمائی ہے اور تجدید دین کی ضرورت کو سائل کے سامنے رکھا ہے اور حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ کی مثنوی کا شعر پڑھ کر بتایا ہے کہ وقت کا امام ایک طرح سے نبی ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور نبوت آشکارہ ہوتا ہے اور اس ظلی نبوت کے تمام بزرگان دین قائل تھے اور یہ ظلی نبوت صرف اولیاء کو ملتی ہے اور مجددین صرف شریعت حقہ کو از سر نو تازہ کرتے ہیں۔

جہاں تک انبیاء کی نبوت کا تعلق ہے حضرت مرزا صاحب نے ہمیشہ اس کا انکار کیا ہے اور جو نبوت اولیاء اللہ کو ملتی ہے اس کا اقرار کیا۔ مگر یہ ہمارے ایمان کا جزو نہیں ہے اور اس کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔ یہی ہمارے حضرت مرزا صاحب کا مذہب ہے۔ آپ نے اپنے نہ ماننے والوں کو کبھی کافر نہیں بلکہ ان لوگوں کو کافر کہا ہے جو آپ کو مسلمان نہیں مانتے بلکہ کافر کہتے ہیں اور یہ کفر دون کفر ہے۔ یعنی وہ کفر نہیں جو اصل کا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نماز فرض نہیں وہ اصل کفر کا ارتکاب کرتا ہے۔ مگر ایک شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا مگر پڑھتا نہیں تو اس کا کفر نہیں بلکہ اس کے عمل کی سستی ہے۔ نماز کے عمداً نہ پڑھنے کو بھی کفر کہا گیا ہے اور حدیث میں آیا ہے من ترک الصلوۃ متعمداً فقد کفر یعنی جس نے نماز عمداً ترک کی اس نے کفر کیا۔ اسی طرح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس نے کسی کلمہ گو کو کافر کہا تو کفر الٹ کر اس پر پڑتا ہے۔ اس کو دین کی اصطلاح میں کفر دون کفر کہتے ہیں۔ اب دیکھئے ہمارے حضرت مرزا صاحب نے دعویٰ مجددیت کیا' مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور لغوی مجازی اور ظلی طور پر اپنے آپ کو نبی کہا۔ مگر ان دعوؤں کے منکر کو کافر نہیں کہا اور اس سلسلہ میں یہ ارشاد فرمایا۔

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہوگا اور میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا ہاں میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادہ صواب سے دور سمجھتا ہوں" (تریاق القلوب ص ۱۳۰' ۱۹۰۲ء)۔

پھر حاشیہ میں مزید روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں بن جاتا"

اِن تحریروں کے بعد بھی کیا کوئی شک باقی رہ جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا نہ تھا اور محض مجدد و محدث ہونے کا تھا اور سنئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

رسید مژدہٗ زغیبم کہ من ہماں مَردم
کہ اُو مجدد ایں دین و رہنما باشد
من نیستم رسول و نیا وردہ اَم کتاب
ہاں ملہم ہستم وز خداوند منذرم

ترجمہ: مجھے غیب سے (یعنی اللہ تعالیٰ سے) یہ خوشخبری ملی ہے کہ میں وہی مرد ہوں کہ جو اس دین کا مجدد اور رہنما ہے۔ میں رسول نہیں ہوں اور نہ کوئی

کتاب لایا ہوں مگر ملہم ہوں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں۔

اور آخری بات یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے وحی نبوت کا کبھی دعویٰ نہیں کیا بلکہ صرف وحی ولایت کا دعویٰ کیا ہے۔ چند حوالے پیش خدمت ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"کیا کبھی دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالیٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ ۱۱ برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو کہ اس کی وحی ولایت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کی رگ جان نہ کاٹے بلکہ اس کی پیشگوئیوں کو پورا کر کے آپ جیسے دشمنوں کو منفعل اور ناکام اور لاجواب کر دے" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۳)۔

"میں نے دیکھا ہے کہ اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوتی ہے ایک خارجی اور شدید الاثر تصرف کا احساس ہوتا ہے" (برکات الدعا صفحہ ۱۷)۔

اب وحی نبوت کے متعلق بھی سن لیں۔ فرماتے ہیں:

"رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴)۔

"اگر وحی نبوت سے ان کو (حضرت عیسیٰ کو۔ ناقل) یہ تمام علم دیا جائے گا تو بلاشبہ جس کلام کے ذریعہ یہ تمام تفصیلات ان کو معلوم ہوں گی وہ بوجہ وحی رسالت ہونے کے کتاب اللہ کہلائے گی" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)

"لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ چکی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائے گی" (ازالہ اوہام ص ۵۳۴)۔

"کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول جبرائیل بہ پیرائے وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو" (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)۔

"اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرائیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷)۔

میں نے ختم نبوت کے مضمون کو بہت لمبا کر دیا ہے اور اب حضرت مرزا صاحب کے اس ارشاد پر اس کو ختم کرتا ہوں "میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے" (الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۵ء)۔

ہم احمدی جو انجمن احمدیہ اشاعت اسلام' لاہور سے منسلک ہیں حضرت مرزا صاحب کے اس فرمان کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہیں اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کے توڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مگر مولوی قیوم صاحب کو اپنے ایمان کی ضرور فکر کرنی چاہئے جو حضرت عیسیٰ نبی اللہ کے دوبارہ آنے کا انتظار کر رہا ہے اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت کو توڑنے پر تلا بیٹھا ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے اپنی وحی و الہام پر ایمان لانے پر اعتراض

مولوی قیوم صاحب کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ اقرار موجود ہے کہ وہ اپنی وحی و الہام پر اسی طرح ایمان لاتے ہیں جس طرح قرآن شریف پر۔ اور اپنی وحی پر ایمان لانا اتنا ہی ضروری قرار دیا ہے جتنا قرآن پر لانا ضروری ہے۔ یہ اس مولوی کا سفید جھوٹ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے کسی جگہ بھی اپنی وحی و الہام پر ایمان لانا ضروری قرار نہیں دیا اور نہ ہی اپنی نبوت پر لانا ضروری قرار دیا ہے۔ ان مولوی صاحب کا اخلاقی فرض تھا کہ یہ الزام سچا ثابت کرنے کے لئے حضرت اقدس کی کسی تحریر کا حوالہ دیتے بلکہ وہ تحریر اپنے سامعین کو پڑھ کر سناتے۔ آپ حضرات کو دس شرائط بیعت کا بخوبی علم ہے اور آپ انہی دس شرائط کے ساتھ سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتے ہیں۔ آپ کی گواہی سب سے معتبر ہے۔ آپ گواہی دیں کہ آیا بیعت کے وقت آپ سے حضرت مرزا صاحب کی نبوت اور وحی پر ایمان لانے کو کہا گیا تھا۔ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہو گا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اس مولوی نے بہت بڑا جھوٹ بولا ہے۔ اب رہ گیا حضرت مرزا صاحب کی اپنی ذات کا معاملہ تو وہ یوں ہے کہ آپ نے ان الہامات کو جو آپ پر نازل ہوئے انہیں اپنے لئے اتنا ہی یقینی قرار دیا جتنا کہ قرآن شریف کی وحی یقینی ہے۔ کیونکہ دونوں کا منبع اور سرچشمہ ایک ہی ہے۔ وحی نبوت بھی جبرائیل لے کر آتا ہے اور وحی ولایت بھی اور دونوں ہی خدا کا کلام ہوتی ہیں اور دونوں میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہوتی اور صاحب الہام ہر الہام کو خدا کا کلام یقین کرتا ہے۔ مولوی قیوم صاحب خوب جانتے ہیں کہ جو وحی حضرت ام موسیٰ پر نازل ہوئی اور جو کلام حضرت مریم صدیقہ سے ہوا اور جو وحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر نازل ہوئی یہ سب کی سب وحی ولایت تھیں اور ان سب نے ان کو بالکل سچا اور یقینی قرار دیا۔ حضرت ام موسیٰ نے اس وحی کو برحق جان کر اور یقین کامل کے ساتھ حسب ارشاد الٰہی اپنے لخت جگر کو دریا

میں ڈال دیا تھا۔ اگر انہیں اپنی وحی یا الہام پر پورا ایمان نہ ہوتا تو وہ اپنے لخت جگر کو اپنی چھاتی سے جدا کر کے دریا کے حوالے ہرگز نہ کرتیں۔ حضرت مرزا صاحب بھی اپنے الہامات کو ظنی نہیں سمجھتے بلکہ سو فیصدی انہیں رب العزت کی طرف سے سمجھتے تھے اور ایسا سمجھنا بھی چاہیے تھا کیونکہ خدا تعالیٰ جس شخص کو تجدید دین کے لئے مقرر کرتا ہے اس کا تعلق خدا سے ظنی طور پر نہیں ہوتا بلکہ حق الیقین کی سطح پر ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہامات کو اتنا ہی یقینی قرار دیا جتنا قرآن شریف یقینی ہے تو کوئی خطا نہیں کی اور اس پر مولوی صاحب کا اعتراض بالکل بے معنی ہے۔

اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم احمدیوں کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کے الہامات کی کیا حیثیت ہے۔ تو اس کا بڑا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب صادق مامور من اللہ ہیں اس لئے ہم ان کے الہامات کو سچا قرار دیتے ہیں۔ لیکن انہیں ہم اپنے ایمان کا جزو نہیں جانتے کسی چیز کو درست سمجھنا اور کسی پر ایمان لانا دونوں میں فرق ہے۔ ایمان کا تعلق غیب پر ہے اور کسی چیز کا درست سمجھنا مشاہدہ پر ہے۔

احمدیوں کی اپنی شریعت کی کتاب

ان مولوی صاحب نے یہ الزام بھی گھڑا ہے کہ احمدیوں کی اپنی شریعت کی کتاب ہے جس کا نام مبین ہے اور اس کے بیس پارے ہیں۔ کاش اس مجلس کے کسی شخص نے جس میں اس مولوی نے یہ بات کہی تھی پوچھا ہوتا کہ وہ کتاب کہاں ہے۔ کیا آپ ہمیں وہ کتاب دکھا سکتے ہیں۔ اس مولوی نے بھری مجلس میں اس لئے اتنے بڑے افترا اور دجل سے کام لیا ہے کیونکہ اس کو علم تھا کہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تمام افراد سادہ لوح اور دینی امور سے بے بہرہ ہیں اور میرے کہنے پر یقین کر لیں گے۔ اگر کوئی شخص تھوڑا سا بھی ہوشیار ہوتا تو اس سے نام نہاد کتاب مبین کا مطالبہ کرتا۔ اب میں تو صرف لعنت اللہ علی الکذبین ہی کہہ سکتا ہوں۔ میرے تمام احمدی بھائیو! آپ کو بخوبی علم ہے کہ ہماری کوئی اپنی شریعت کی کتاب نہیں ہے بلکہ شریعت کی جو کتاب ہمارے پاس ہر وقت رہتی ہے اس کا نام قرآن مجید اور سنت رسول صلعم اور احادیث نبوی ہے۔

قاضی محمد یوسف قادیانی مدت ہوئی انتقال کر چکا ہے۔ وہ حضرت مرزا صاحب کے الہامات کی تلاوت کرتا ہو گا۔ مگر ہماری بلا سے ہم نے تو قادیانیوں کو الہامات کی کتاب "تذکرہ" کی تلاوت کرتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ البتہ ان کا صرف یہ ایمان ہے کہ یہ الہامات برحق ہیں اور شک و شبہ سے پاک ہیں۔

میں یہ بات پھر دہراتا ہوں کہ ہم احمدیوں کی شریعت محمدیہ ہے۔ اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کا فضل و کرم حاصل کرنے کے لئے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ ہمارے امام ربانی نے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والوں کو بہت ساری نصیحتیں فرمائی ہیں جو کافی لمبی ہیں۔ میں اس موقع کی ضرورت کے مطابق کچھ حصے چن کر پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

"اے میرے دوستو! جو میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو خدا ہمیں اور تمہیں ان باتوں کی توفیق دے جن سے وہ راضی ہو جائے۔ یقیناً یاد رکھو کہ لوگوں کی لعنت اگر خدا تعالیٰ کی لعنت ساتھ نہ ہو کچھ بھی چیز نہیں۔ اگر خدا ہمیں نابود نہ کرنا چاہے تو ہم کسی سے نابود نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر وہی ہمارا دشمن ہو جائے تو کوئی ہمیں پناہ نہیں دے سکتا۔ ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو اس کا اس نے مجھے بار بار یہی جواب دیا کہ تقویٰ سے۔ سو اے میرے پیارے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ بغیر عمل کے سب باتیں ہیچ ہیں اور بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ سو تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو..... خدا تعالیٰ کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اس کے جلال کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو اور یاد رکھو قرآن کریم میں پانسو کے قریب حکم ہیں..... جو شخص ان سب حکموں میں سے ایک کو بھی ٹالتا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ عدالت کے دن مواخذہ کے لائق ہو گا۔ اگر نجات چاہتے ہو تو دین العجائز اختیار کرو اور مسکینی سے قرآن کریم کا جوا اپنی گردنوں پر اٹھاؤ کہ شریر ہلاک ہو گا اور سرکش جہنم میں گرایا جائے گا۔

خدا بڑی دولت ہے اس کے پانے کے لئے مصیبتوں کے لئے تیار ہو جاؤ وہ بڑی مراد ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے جانوں کو فدا کرو۔ عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔ موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔ نماز پڑھو نماز پڑھو کہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے اور جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو۔ اپنے تمام اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو تب ان دونوں وضوؤں کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ اور نماز میں بہت دعائیں کرو اور رونا اور گڑگڑانا اپنی عادت کر لو تا تم پر رحم کیا جائے۔

عزیزو! اس دنیا کی مجرد منطق ایک شیطان ہے اور دنیا کا خالی فلسفہ ایک

ابلیس ہے جو ایمانی نور کو نہایت درجہ گھٹا دیتا ہے اور بیباکیاں پیدا کرتا ہے اور قریب قریب دہریت کے پہنچاتا ہے۔ سو تم اس سے اپنے تئیں بچاؤ اور ایسا دل پیدا کرو جو غریب اور مسکین ہو اور بغیر چون وچرا کے حکموں کو ماننے والے ہو جاؤ جیسا کہ بچہ اپنی والدہ کی باتوں کو مانتا ہے۔

قرآن کریم کی تعلیمیں تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچانا چاہتی ہیں ان کی طرف کان دھرو اور ان کے موافق اپنے تئیں بناؤ۔ چاہئے کہ اسلام کی ساری تصویر تمہارے وجود میں نمودار ہو اور تمہاری پیشانیوں میں اثر سجود نظر آوے اور خدا تعالیٰ کی بزرگی تم میں قائم ہو۔ اگر قرآن اور حدیث کے مقابل پر ایک جہان عقلی دلائل کا دیکھو تو ہرگز اس کو قبول نہ کرو اور یقیناً سمجھو کہ عقل نے لغزش کھائی ہے۔ توحید پر قائم رہو اور نماز کے پابند ہو جاؤ اور اپنے مولیٰ حقیقی کے حکموں کو سب سے مقدم رکھو اور اسلام کے لئے سارے دکھ اٹھاؤ و لا تموتن الا و انتم مسلمون" (ازالہ اوہام ص ۴۴۶ تا ص ۴۵۲)

حضرت مرزا صاحب کے ابن مریم ہونے پر اعتراض

ان مولوی صاحب نے مدعی کے اصل کلام کو توڑنا مروڑنا اپنی ناپاک عادت بنا لی ہے۔ حضرت مرزا صاحب سے یہ بات منسوب کرتا ہے کہ بموجب آپ کے اللہ کی اولاد بھی ہے۔ اللہ نے آپ سے مباشرت کی (نعوذ باللہ من ھذا الھفوات) آپ مریم ہوئے پھر حاملہ ہوئے اور پھر آپ کے اندر سے ابن مریم پیدا ہو گیا اور کسی یار محمد قادیانی کی تحریر کا بھی ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ ہمیں یار محمد سے تو کوئی تعلق نہیں اور نہ اس کا دفاع ہم کرنا چاہتے ہیں البتہ ہم اپنے امام ربانی کے دفاع کے لئے ہر وقت چاق وچوبند ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے اپنی ایک روحانی کیفیت کا ذکر فرمایا ہے جو صرف خدا تعالیٰ کے خاص الخاص بندوں پر طاری ہوتی ہے اور اس کیفیت کو حضرت نے خود اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ مگر آپ کے بیان کو پیش کرنے سے پہلے میں آپ کی توجہ سورہ تحریم (۶۶) کی آخری دو آیتوں کی طرف مبذول کرنی چاہتا ہوں۔ وہ آیات یہ ہیں:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَ نَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْۤ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَ صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۠

ترجمہ: اور اللہ ان لوگوں کی جو ایمان لائے مثال دیتا ہے (ایک تو) فرعون کی بی بی سے جب اس نے کہا کہ میرے رب اپنے حضور میں جنت میں میرے لئے گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کے عمل اور ظالم قوم سے نجات دے اور (دوسری مثال) مریم بنت عمران سے ہے۔ جس نے اپنے سوراخ کی حفاظت کی (یعنی خواہشات حیوانیہ اور جذبات نفسانیہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا) پھر ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی (یعنی اپنے مکالمہ سے اسے مشرف کیا) اور اپنے رب کے کلمات کی اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرتی تھی اور فرمانبرداروں میں سے تھی۔

یہاں فنفخنا فیہ میں ضمیر مذکر کی ہے۔ یہ اس لئے لایا گیا ہے تا کہ مومن سے کمال مماثلت ہو۔ گویا جو مومن اس مقام پر پہنچتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ مکالمہ سے مشرف فرماتا ہے اور وہ نہ صرف خدا تعالیٰ کی وحی کا مصداق بن جاتا ہے بلکہ خدا کی کتابوں پر بھی اس کا وجود بطور دلیل ٹھہر جاتا ہے۔

ان دونوں آیتوں میں خدا تعالیٰ نے مومنین کی مثال دو عورتوں سے دی ہے۔ ایک مثال تو فرعون کی بیوی سے دی ہے یہ ان مومنین کی مثال ہے جو ابھی بکلی نفس دنی یعنی اپنی نفسانی خواہشات وجذبات سے پوری طرح آزاد نہیں ہوئے بلکہ فرعون کی بیوی کی طرح ابھی دعاؤں میں لگے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نفس دنی کے پنجہ سے آزادی عطا کرے۔ اس حالت کو نفس لوامہ کی حالت کہا جاتا ہے۔ دوسری مثال مومنین کی حضرت مریم صدیقہ سے دی ہے یہ ان مومنین کی مثال ہے جو کلی طور پر اپنے نفس دنی کے پنجہ سے آزاد ہو چکے ہیں اور خدا تعالیٰ نے انہیں نفس مطمئنہ عطا فرمایا ہے اور وہ کلی طور پر آستانہ احدیت پر اپنا سر رکھے ہوئے ہیں اور وہ روحانیت کے اس بلند مقام پر پہنچ گئے ہوئے ہیں کہ روح القدس کا ان پر نزول ہوتا ہے۔ مومنوں کی اس کیفیت کو استعارہ کے طور پر مریم صدیقہ کی طرح حاملہ کہا جاتا ہے۔ جس سے مسیح ابن مریم پیدا ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ روح القدس کے نزول کے بعد وہ حالت مریمی سے مسیح ابن مریم کی حالت میں ترقی کر جاتے ہیں۔ اس کی مثال حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیر شریف والے تھے۔ انہوں نے اپنی اس حالت کا یوں ذکر فرمایا۔

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

ترجمہ: لحظہ بہ لحظہ معین الدین کے اندر روح القدس نفخ کرتا ہے۔ میں تو نہیں کہتا مگر حقیقت یہ ہے کہ میں عیسیٰ ثانی بن گیا ہوں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ باوجودیکہ خواجہ معین الدین مرد تھے مگر پھر بھی روح القدس سے حاملہ ہوئے اور پھر خود ہی دوسرے عیسیٰ بن گئے۔

ہمارے امام ربانی نے بھی اپنی اس روحانی کیفیت کو بیان فرمایا ہے جس کو مولوی قیوم صاحب نے ہدف تنقید بنایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں "اس لئے گو اس نے (اللہ تعالیٰ نے۔ ناقل) "براہین احمدیہ" کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ "براہین" سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی پھر جب دو برس گزر گئے تو جیسا کہ "براہین احمدیہ" کے حصہ چہارم صفحہ ۲۹۶ پر درج ہے۔ عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر "براہین احمدیہ" حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔ پس میں اس طور سے ابن مریم بنا" (الحکم ۲۰ ستمبر ۱۹۰۲ء)

اور ضمیمہ "براہین احمدیہ" حصہ پنجم میں فرماتے ہیں۔

"پھر اسی "براہین احمدیہ" میں مجھے مریم کا خطاب دے کر فرمایا نفخت فیك من روح الصدق یعنی اے مریم تجھ میں صدق کی روح پھونک دی گئی ہے۔ استعارہ کے طور پر روح کا پھونکنا اس حمل سے مشابہ تھا جو مریم صدیقہ کو ہوا۔"

اسی "براہین احمدیہ" حصہ پنجم کے اندر ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

"غرض اس جگہ مریم سے مراد وہ مریم نہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ماں تھی بلکہ ایک روحانی مشابہت کے لحاظ سے جو مریم ام عیسیٰ کے ساتھ مجھے حاصل تھی میرا نام "براہین احمدیہ" کے حصص سابقہ میں مریم رکھ دیا گیا۔ پھر دوسری تجلی میرے پر نازل فرما کر اس کو نفخ روح سے مشابہت دی اور جب وہ روح معرض وجود اور بروز میں آئی تو اس روح کے لحاظ سے میرا نام عیسیٰ رکھا گیا۔ پس اس لحاظ سے مجھے عیسیٰ ابن مریم کے نام سے موسوم کیا گیا" (ص ۱۹۰)۔

ان تینوں مقامات سے ایک سلیم الفطرت شخص فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ محض روحانی منازل ہیں جو ایک مرد مومن طے کرتا ہے اور یہ ایک دقیقہ معرفت ہے اور اس کا ظاہری عمل سے کچھ واسطہ نہیں۔

اے برادران محترم آپ برائے خدا خود غور فرمائیں کہ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ استعارہ کے طور پر نفخ روح اس حمل سے مشابہ تھا جو مریم صدیقہ کو ہوا۔ پھر فرماتے ہیں کہ روحانی مشابہت کے لحاظ سے میرا نام مریم رکھا گیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ دوسری تجلی مجھ پر نازل فرما کر اس کو نفخ روح سے مشابہت دی۔ یہ سب فقرات اس روحانی کیفیت کو ظاہر کرتے ہیں جو آپ پر وارد ہوئی۔ اس کا ظاہر سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ مگر ان مولوی صاحب نے اس روحانی کیفیت کو ظاہری اور جسمانی عمل پر محمول کر کے محل اعتراض بنا دیا ہے۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب کے بیان کا وہی مقصد ہے جو سورۂ تحریم کی آخری آیتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

اب آیئے امت محمدیہ کے بہت بڑے ولی اللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ کا ایمان افروز بیان اس سلسلہ میں آپ کو سناؤں۔ حضرت مولانا روم کی مثنوی زبان فارسی میں ہے اور دنیائے اسلام میں عظیم شہرت رکھتی ہے اور جس کے بارے میں خود حضرت مولانا نے لکھا ہے کہ یہ مثنوی دراصل فارسی زبان میں قرآن شریف ہے۔ اس میں آپ نے لکھا ہے:

آخر ایں جاں بابدن پیوستہ است
ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است
تاب نورِ چشم باپیداست جفت
نورِ دل در قطرۂ خونی نہفت

شادی اندر گردہ و غم در جگر — عقل چوں شمع درون مغز سر
رائحہ در انف و نطق در لساں — لہو در نفس و شجاعت در جناں
این تعلقہا نہ بے کیف است وچوں — عقلہا در دانش جونی زبوں
جان کل باجان جز آسیب کرد — عقل ازو ذرے ستد در حبیب کرد
ہمچو مریم جاں ازاں آسیب جیب — حاملہ شد از مسیح دلفریب
پس زجان جاں چو حامل گشت جاں — از چنیں جانے شود حامل جہاں
پس جہاں زائد جہانے دیگرے — ایں حشر اُورا نمائد محشرے

تاقیامت گر بگویم بشمرم
من ز شرح ایں قیامت قاصرم

ان اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔ جس طرح انسان کی جان کا تعلق بدن سے ہے آنکھ کے نور کا لوتھڑے سے تعلق ہے جس طرح خوشی کا گردے سے اور غم کا جگر سے تعلق ہے جس طرح عقل کا دماغ سے اور بولنے کا زبان سے تعلق ہے۔ جس طرح لہو ولعب یعنی عیش و عشرت کا نفس سے اور شجاعت کا بازوؤں سے تعلق ہے جنہیں انسان سمجھ نہیں سکتا کہ کس طرح ایک غیر مادی چیز کا مادی چیز سے تعلق ہوتا ہے مگر اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ سب تعلقات موجود ہیں۔ اسی طرح کل کا جزو کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کی روح کا انسان کی روح کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس تعلق سے جس طرح

عورت مرد سے نطفہ لیتی ہے اسی طرح عقل انسانی اس سے ایک موتی حاصل کرتی ہے پھر انسان کی جان مریم کی طرح اس تعلق سے حاملہ ہو جاتی ہے اور اس حمل سے مسیح پیدا ہوتا ہے یعنی وہ بندہ حالت مریمی سے حالت مسیح ابن مریم کی طرف ترقی کر جاتا ہے۔ یہ مسیح جو بنتا ہے وہ مسیح نہیں ہوتا جو زمانہ ماضی میں گزر چکا بلکہ یہ مسیح وہ ہوتا ہے جس کی شان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی روح سے جب انسانی روح حاملہ ہوتی ہے تو اس روح سے ایک جہان پیدا ہوتا ہے جسے ایک روحانی قیامت کہنا چاہئے اور جو اس قدر شاندار ہوتا ہے کہ اس کی شرح اگر میں قیامت تک بیان کروں تو ختم ہونے کو نہ آئے۔

حضرت مولانا روم کا بیان نہایت واضح اور کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں۔ امید ہے آپ نے یہ دقیقہ معرفت پوری طرح سمجھ لیا ہو گا اور مولوی قیوم کی معرفت الٰہیہ سے ناواقفیت اور اس کی علمی کج فہمی بھی آپ پر عیاں ہو گئی ہو گی۔

حضرت مسیح موعود نے اپنی اس روحانی کیفیت کو اپنی ایک فارسی کی نظم میں بڑے خوبصورت اور پیارے انداز میں بیان فرمایا ہے مگر میں وہ نظم اور ترجمہ پیش کرنے سے پہلے جو نثر میں بیان کیا ہے وہ سنانا بھی ضروری سمجھتا ہوں۔

"اور یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ نے "براہین احمدیہ" میں مجھے عیسیٰ کے نام سے موسوم کرنے سے پہلے میرا نام مریم رکھا اور ایک مدت تک میرا نام خدا کے نزدیک یہی رہا اور پھر خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اے مریم میں نے تجھ میں سچائی کی روح پھونک دی گویا یہ مریم سچائی کی روح سے حاملہ ہوئی اور پھر خدا نے "براہین احمدیہ" کے اخیر میں میرا نام عیسیٰ رکھ دیا۔ گویا وہ سچائی کی روح جو مریم میں پھونکی گئی تھی ظہور میں آکر عیسیٰ کے نام سے موسوم ہو گئی۔ اس طرح پر میں خدا کی کلام میں ابن مریم کہلایا اور یہی معنی اس وحی الٰہی کے ہیں کہ الحمد لله الذی جعلك المسیح ابن مریم۔"

اب آپ وہ فارسی نظم اور اس کا ترجمہ سنئے۔

آنکہ گوید ابن مریم چوں شدی ہست او غافل زِ رازِ ایزدی
آں خدائے قادر و ربّ العباد در براہیں نامِ من مریم نہاد
مُدتے بُودم برنگِ مریمی دست نادادہ بہ پیرانِ زمی
ہمچو بکرے یافتم نشو و نما از رفیقِ راہِ حق ناآشنا
بعد ازاں آں قادر و ربِّ مجید روحِ عیسیٰ اندراں مریم دَمید
پس بہ نقشِ رنگِ دیگر شد عیاں زادزاں مریم مسیحِ ایں زماں
زیں سبب شد ابن مریم نامِ من زانکہ مریم بود اوّل گامِ من
بعد ازاں از نفخِ حق عیسیٰ شدم شد زجائے مریمی برتر قدم
ایں ہمہ گفت است ربّ العالمین گر نمیدانی براہیں را ببیں
حکمتِ حق رازہا دارد بسے نکتہ مستور کم فہمد کسے
فہم را فیضانِ حق باید نخست کارِ بے فیضاں نمی آید درست
گر نہ داری فیضِ رحماں را پناہ ظلمتے در ہر قدم داری براہ
فیضِ حق را باتضرع کن تلاش
ہاں مرد چوں تو سنے آہستہ باش

جو شخص کہتا ہے کہ تو ابن مریم کس طرح بن گیا وہ خدائی راز سے غافل ہے

اس قادر خدا اور رب العباد نے "براہین احمدیہ" میں میرا نام مریم رکھا تھا

میں ایک مدت تک مریم کے رنگ پر رہا یعنی میں نے زمانہ کے مشائخ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا

میں نے ایک کنواری لڑکی کی طرح پرورش پائی اور کسی عارف کامل سے میری شناسائی نہ تھی

اس کے بعد اس قادر اور مجید خدا نے اسی مریم میں عیسیٰ کی روح پھونک دی

پھر اس نفخ کے بعد ایک اور رنگ ظاہر ہوا یعنی اس مریم سے اس زمانے کا مسیح پیدا ہوا

میرا نام مسیح ابن مریم اس لئے ہوا کہ مریم بننا میرا پہلا قدم تھا

پھر میں خدائی نفخ کے سبب سے عیسیٰ ہو گیا اور مقام مریمی سے میرا مقام اونچا ہو گیا

یہ سب باتیں رب العالمین کی فرمودہ ہیں اگر تجھے علم نہیں تو "براہین" کو دیکھ

خدائی حکمت میں بہت بھید ہوتے ہیں ان باریک نکتوں کو لوگ کم سمجھتے ہیں

فہم کے لئے پہلے خدا کا فیضان درکار ہے بغیر فیض الٰہی کے کوئی کام ٹھیک نہیں بیٹھتا

اگر تو رحمان کے فیض کی پناہ نہیں رکھتا تو تیرے رستہ کے ہر قدم پر اندھیرا ہی اندھیرا ہے

تو گریہ زاری کر کے خدا کا فیض تلاش کر گھوڑے کی طرح بھاگا نہ جا‘ آہستہ چل (حقیقتہ الوحی ص ص ۳۳۹۔۳۴۰‘ ۱۹۰۷ء)

میں مولوی قیوم صاحب کو کہنا چاہتا ہوں کہ پہلے اپنی آنکھ میں بصارت کے علاوہ بصیرت پیدا کریں کہ آپ کو حق و باطل میں تمیز کی توفیق ملے۔اپنی روحانی آنکھ کے لئے خدا سے نور مانگو تا تم اہل اللہ کے مقامات عالیہ تک رسائی پا سکو۔ تم اس زمانہ کے امام عالی مقام پر لعنتیں بھیجتے ہو اور سادہ لوح لوگوں کو بھی اس گناہ عظیم پر آمادہ کرتے ہو۔ خدا کی لعنت سے ڈرو کہ جس پر وہ پڑتی ہے اس کے دونوں جہانوں کا ستیاناس کر چھوڑتی ہے اور خوب یاد رکھو کہ

جو خدا کا ہے اسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روباہ زار و نزار

علماء کے حضرت مرزا صاحب کو قتل کرنے کے منصوبے

ان مولوی صاحب نے اپنی تقریر میں خود اقرار کیا ہے کہ علماء حضرت مرزا صاحب کو قتل کرنے کے منصوبے بناتے تھے مگر چونکہ انگریز ان کا باڈی گارڈ تھا اس لئے وہ اپنے قتل کے منصوبوں میں ناکام رہے۔ علماء کے ارادے اور منصوبے آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ آج ملک پاکستان میں قتل کے منصوبے بنائے جاتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں لیکن ان کو جو کھلی چھٹی اس ملک میں ملی ہے اس کا نتیجہ آپ نے دیکھا کیا نکلا ہے۔ یہ لوگ بین الفرقی اختلافات پر خود مسلمانوں کا بے دریغ کشت و خون کر رہے ہیں اور یہ وبا اس قدر زور پکڑ گئی ہے کہ حکومت کو اس لعنت کا سدباب کرنے کے لئے خاص قانون بنانا پڑا ہے۔ مگر مسلمانوں کے اس خون کی ہولی کا ابھی خاتمہ نہیں ہو سکا۔

مگر میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ وہ علماء جن کی نسل کے ہی موجودہ علماء ہیں لاکھ منصوبہ سازی کرتے اور ایڑی چوٹی کا زور لگاتے وہ حضرت مرزا صاحب کا بال بیکا نہیں کر سکتے تھے کیونکہ آپ خدا تعالیٰ قادر مطلق کی پناہ میں تھے۔ کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کتنے منصوبے بنائے تھے مگر اپنے اللہ کی پناہ میں ہونے کے باعث حضورؐ ان اشرار کے ہاتھ سے بال بال بچے رہتے۔ یہی اس نبی کاملؐ کے غلام کے ساتھ سلوک تھا کہ وہ بھی بغیر کسی حفاظتی انتظام کے اشرار کی ناپاک سازشوں سے محفوظ رہے اور یہ اس مولوی کا کذب صریح ہے کہ آپ کا باڈی گارڈ انگریز تھا۔ وہ خود خدا کا شیر تھا۔ اسے کسی کی حفاظت کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت مرزا صاحب کا عمر بھر یہ معمول تھا کہ آپ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد گھر سے باہر بلکہ قادیان قصبہ سے باہر دور تک سیر کے لئے روزانہ نکلا کرتے تھے اور آپ کے چند شرکاء بھی بالعموم آپ کی ہی عمر کے ہوتے تھے اور بالکل خالی ہاتھ ہوا کرتے تھے۔ مگر اس خدا کے شیر کا رعب غیروں پر کچھ ایسا طاری رہتا تھا کہ کوئی بڑے سے بڑا جری القلب شخص بھی آپ کو میلی نظر سے دیکھنے کی جرات نہ کرتا تھا۔

یہ مولوی اپنے بڑوں کی طرح کہتا پھرتا ہے کہ مرزا صاحب کاذب‘ مفتری اور دجال تھے۔ مگر حیرت ہے کہ خدا نے خود خاتمہ نہ کر دیا اور وہ دعویٰ ماموریت کے بعد برابر چھبیس برس تک زندہ رہا اور کامیابی پر کامیابی کے ہار اس کے گلے میں پڑتے رہے اور وہ تمام لوگ جو مولوی قیوم کے مکرم و معظم تھے وہ سب خائب و خاسر ہو گئے اور ذلت اور رسوائی ان کا مقدر بن گئی۔ اگر آپ واقعی اپنے دعوؤں میں کاذب و مفتری ہوتے تو خدا تعالیٰ آپ کو کبھی زندہ نہ چھوڑتا اور اس کا غیبی ہاتھ اور اس کی شمشیر خارہ شگاف آپ کا کام تمام کر کے دم لیتی اور اگر مخالف علماء واقعی راہ حق پر ہوتے اور خدا کی نگاہ میں وہ اپنے مسلک اور موقف میں صادق ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کا ضرور حامی و ناصر ہوتا اور وہ اپنے قتل کے منصوبوں میں ضرور کامیاب ہوتے۔ میں کہتا ہوں کہ ایک انگریز کیا دنیا جہان کی حکومتیں بھی حضرت مرزا صاحب کی پشت پناہی کرتیں تب بھی آپ الٰہی تلوار سے کبھی محفوظ نہ رہتے۔ یہ مولوی لوگ خدا تعالیٰ کو محض رسمی طور پر مانتے ہیں اگر انہیں اللہ تعالیٰ کی طاقتوں اور قدرتوں کا تھوڑا سا بھی ادراک ہوتا تو ان کی سمجھ میں یہ بات باسانی آ سکتی تھی کہ خدا تعالیٰ جھوٹے مدعی ماموریت کو لمبی مہلت ہرگز نہیں دیتا۔ یہ مولوی اپنی چودہ سو سالہ تاریخ اسلام کی ورق گردانی کر کے دیکھ لے اسے ایک مثال بھی ایسی نہیں ملے گی کہ کسی جھوٹے مدعی ماموریت نے ۲۳ سال بعد دعویٰ کے عمر پائی ہو۔ مگر حضرت مرزا صاحب تو خدا کے فضل سے دعویٰ کے بعد چھبیس سال تک زندہ و سلامت رہے اور کامیابیوں پر کامیابیاں ان کا مقدر بنتی رہیں۔ یہ خدائی فیصلہ تھا جو آپ کے حق میں ہوا۔

یہ مولوی‘ پیر اور مشائخ چاروں طرف کافر کافر کی رٹ لگاتے پھرتے تھے مگر آپ کے قریب آنے کی کسی کو جرات نہ ہوتی تھی اور جن لوگوں کو یہ حضرت مرزا صاحب کو قتل کرنے کی نیت سے قادیان بھیجتے تھے وہ آپ کے نورانی چہرے کو دیکھ کر اور آپ کی زبان مبارک سے معرفت الٰہی کے چند فقرے سن کر موم کی مانند پگھل جاتے تھے اور آپ کے قدموں میں اپنے سر رکھ دیتے تھے۔ اس مرد حق نے تمہارے تمام بڑوں کو جنہیں تم اسلام کے

سچے خادم بتاتے اور مانتے ہو کھل کر اس امر کی دعوت دی کہ آؤ میرے صادق یا کاذب ہونے کا رب العالمین سے فیصلہ کرالو۔ میں بھی دعا کروں گا کہ اے اللہ اگر تیرے علم میں میں اپنے تمام دعوؤں میں جھوٹا ہوں تو مجھے ایک سال کی مدت کے اندر ایسی عبرتناک موت دے کہ دنیا تیری جبروت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور میرے سارے کاروبار کو تباہ اور برباد کر دے اور اگر تیری نگاہ میں میں واقعی سچا مسیح موعود اور امام مہدی ہوں اور واقعی تجھ سے شرف ہمکلامی رکھتا ہوں تو پھر میری تائید و نصرت فرما۔ اسی طرح تمام مولوی اور مشائخ بھی میرے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اے خدا ہم اس شخص کو جھوٹا مسیح اور امام مہدی قرار دیتے ہیں اور اسے اس کے الہاموں میں جھوٹا جانتے ہیں اور اس کے سارے کاروبار کو دنیاداری قرار دیتے ہیں اے خدا اگر ہم اپنے اس موقف میں راہ راست پر نہیں ہیں تو ہمیں ایک سال کی مدت کے اندر اندر عبرتناک موت دے اور ہمارے وجود دنیا سے مٹا دے۔ مگر اس کھلی دعوت پر کوئی ایک مولوی بھی میدان میں نہ نکلا اور اپنی بزدلی سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر مہر لگا دی۔

انگریز نے مرزا صاحب کو کھڑا کیا تاکہ مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو

اے ظالم حضرت مرزا صاحب کو انگریز نے نہیں بلکہ خدا نے تجدید دین کے لئے کھڑا کیا تھا۔ اس زمانہ میں جو مسلمانوں کی حالت زار تھی اور جو علماء وقت کا رویہ تھا۔ اس کی دردناک داستان مولانا الطاف حسین حالی کی مسدس کو پڑھ کے دیکھ لو مسلمان مشاہیر اپنی قوم کے مرثیے پڑھ رہے تھے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر خداوند جلیل سے دعائیں مانگ رہے تھے کہ اپنے مسیح اور امام کو جلدی بھیج دے۔ جو قوم کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو کنار عافیت پر لگا دے اور دجال کی ریشہ دوانیوں سے اسلام کو بچالے۔

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

حضرت مرزا صاحب کی پہلی کتاب "براہین احمدیہ" نے اسلام کی سارے ہندوستان میں دھاک بٹھا دی۔ اسی کتاب کے اندر حضرت نے چودھویں صدی ہجری کے مجدد ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور کسی عالم نے آپ کے دعویٰ کے خلاف انگلی نہ اٹھائی بلکہ اس کتاب کو اسلام کی صداقت کا ایک زندہ نشان قرار دیا۔ چلو فرض کر لیتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نعوذ باللہ جھوٹے مدعی ماموریت تھے تو بھائی وہ وقت تو سچے مسیح کے آنے کا تھا اور حالات زور سے تقاضہ کر رہے تھے کہ اس مسیح و مہدی کو مسلمانوں کی رستگاری کے لئے آنا چاہئے تھا تو وہ سچا مسیح و مہدی کیوں نہ آیا اور اگر آیا تو اس کی نشاندہی کرو۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ جس صدی کے آغاز میں مسیح و مہدی کے ظہور کی پیشگوئیاں تھیں اور لوگ شدت سے انتظار کر رہے تھے وہ اپنے وقت پر نہ آتا۔ آپ حضرات اس مولوی کو کہئے کہ اگر حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتا ہے تو پھر سچا مسیح اور مہدی پیش کرے۔ ہمارے سید و مولا حضرت ختم الانبیاء صلی اللہ علیہ و سلم نے آنے والے مسیح کے دو نمایاں کام بتائے تھے۔ یعنی یکسر صلیب و قتل خنزیر۔ حضرت مرزا صاحب نے بڑے حیرت انگیز طریقہ سے یہ دونوں فرائض بڑی کامیابی کے ساتھ سرانجام دیئے اور جب آپ دنیا سے اٹھ گئے تو غیر متعصب اور اسلام کے لئے درد دل رکھنے والے مسلم مشاہیر نے آپ کو "فتح نصیب جرنیل" کا خطاب دیا۔ اس سلسلہ میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مشہور اخبار "وکیل" امرتسر کے اس تعزیت نامہ کا کچھ حصہ آپ کو سنادوں جو آپ کی وفات پر لکھا گیا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ مضمون مولانا عبداللہ العمادی نے لکھا تھا اور بعض از تحقیقات کہتے ہیں کہ یہ مضمون لکھنے والے مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ بہرحال وہ مضمون "موت عالم" کے عنوان سے سپرد قلم ہوا تھا تو سنئے:

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ تلخ موت یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کر دی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے صدائے ماتم مدتوں اس کی یاد تازہ رکھے گی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے اسے امتداد زمانہ کے حوالے کر کے صبر کر لیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب بپا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ ان کا ایک بہت بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا

اعتراف کیا جائے تا کہ وہ معتمم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنا رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہو سکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسایط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلے میں تیر بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا چونکہ خلاف اصلیت محض شامت اعمال سے مفسدہ ۱۸۵۷ء کا نفس ناطقہ مسلمان ہی قرار دیئے گئے تھے اس لئے مسیحی آبادیوں اور خاص طور پر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولٹیکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا اور اس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے داعیان راہ سے کم فائدہ نہ اٹھایا۔ قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبے ان حضرات کے میراثی عارضہ قلب کا جو اسلام کی خودرو سرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا چلا آتا تھا درمان ہو جائے کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کو حاصل ہوا۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اڑنے لگا۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا۔

ہندوستان آج مذاہب کا عجائبات خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی اور مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔"

یہ رائے تو اخبار "وکیل" امرتسر کے ایڈیٹر کی تھی اور آپ نے دیکھ لیا کتنی ایمان افروز اور مبنی بر حقائق تھی۔ اب آیئے اخبار "صادق الاخبار" ریواڑی کے ایڈیٹر کی رائے بھی سن لیجئے۔ انہوں نے لکھا:

"چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کماحقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل، عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔"

میرے محترم بھائیو اور بہنو! آپ اس مولوی سے پوچھئے کہ کیا ایسے اولوالعزم حامی اسلام اور مسلمانوں کے مددگار اور عیسائی مذہب کے پرخچے اڑانے والے شخص کو انگریز کھڑا کر سکتا تھا۔ جس شخص نے دین عیسوی کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں اور اس کے طلسم کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا کیا وہ انگریز کا دوست سمجھا جا سکتا تھا۔ یہ الزام لگاتے ہوئے اسے کچھ تو حیا کرنی چاہئے تھی۔ ایک انگریز نہیں بلکہ یورپ کی تمام عیسائی اقوام مسلمانوں کے ہاتھوں صدیوں پرانی پے بہ پے شکستوں کا بدلہ لینے پر تلی ہوئی تھیں اور انہوں نے مسلمانوں اور ان کے دین کو نشانہ بنایا ہوا تھا اور عیسائیت ان کی پشت پناہی میں خوب فروغ حاصل کر رہی تھی اور مسلمانوں پر حالت نزع طاری تھی۔ تو خدا نے ان پر اپنے پیارے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ رحم کھایا اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو ان تمام طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ پر کھڑا کر دیا اور اس نے وہ حیرت انگیز اور محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ خود دشمن انگشت بدنداں ہو کے رہ گیا۔ مگر یہ بدقسمت علماء سوء اس محسن اسلام کو کافر دجال اور مفتری قرار دے رہے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ ان دو کوڑی پر بکنے والے ملاؤں کو انگریز نے حضرت مرزا صاحب کے برخلاف کھڑا کیا تھا تاکہ آپ نشاۃ اسلامیہ کے عظیم مقصد میں اور استحصال عیسویت کے قلمی جہاد میں کامیاب نہ ہو سکیں تو کیا میں ایسا کہنے میں حق بجانب نہیں؟

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مباہلہ کی اصل حقیقت

مولوی قیوم صاحب نے بڑے فخریہ انداز میں کہا ہے کہ اہل حدیث کے مشہور عالم مولوی ثناء اللہ امرتسری نے حضرت مرزا صاحب کو بار بار دعوت مباہلہ دی مگر آپ راہ فرار اختیار کر گئے۔ اس پر میں بڑے زور سے

کہتا ہوں لعنت اللہ علی الکاذبین اور آپ سب کہیں آمین! یہ مولوی یا تو سنی سنائی بات کہتا ہے یا اصل حقیقت پر بد دیانتی سے پردہ ڈال رہا ہے۔ میرے عزیز اور محترم بھائیو! حضرت مرزا صاحب نے جب تمام ہندوستان کے علماء اور مشائخ کو مباہلہ کا چیلنج دیا تو ان میں سے کسی کو چیلنج قبول کرنے کی جرات نہ ہوئی بلکہ اس وقت کے ولی اللہ اور نواب صاحب ریاست بہاولپور کے روحانی پیر و مرشد حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف رحمتہ اللہ علیہ نے مباہلہ کی دعوت کے جواب میں حضرت مرزا صاحب کے صادق مامور من اللہ ہونے کی بذریعہ خط تصدیق فرمائی۔

۱۔ مباہلہ سے پہلا فرار مولوی ثناء اللہ کا نام پہلی دفعہ ان مولویوں کی فہرست میں شامل کیا گیا جو حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب "انجام آتھم" میں شائع کی تھی اور اس دعوت مباہلہ میں یہاں تک لکھا کہ "میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آئیں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وہ ہزار یا دو ہزار ہوں۔ (انجام آتھم صفحہ ۶۷) مگر کسی ایک شخص کو میدان مباہلہ میں نکلنے کی جرات نہ ہوئی اور نہ مولوی ثناء اللہ اٹھا۔

۲۔ دوسری دفعہ ثناء اللہ کا فرار دوسری دفعہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب "اعجاز احمدی" مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں مولوی ثناء اللہ کو خطاب کیا اور اس کی دستخطی تحریر کے مطابق دعوت مباہلہ قبول فرمائی اور اپنے جواب کا خلاصہ یوں پیش کیا "اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷) مگر ثناء اللہ آپ کے پیغام کو ان سنی کر گیا اور ٹس سے مس نہ کی۔

۳۔ اس کا تیسری مرتبہ مباہلہ سے فرار اگرچہ دسمبر ۱۹۰۵ء میں خدا تعالیٰ کی متواتر وحی سے آپ کو اپنی جلد وفات کی خبر مل چکی تھی اور اسی وحی کے مطابق اپنی کتاب "الوصیت" لکھ ڈالی تھی۔ تاہم آپ نے فروری ۱۹۰۷ء میں ایک کتاب "قادیان کے آریہ اور ہم" لکھی جس میں قادیان کے آریوں کا جواب تھا۔ اسی کتاب کے بارے میں ایڈیٹر الحکم قادیان نے ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں یہ الفاظ لکھے۔

"اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بھیجی گئی ہے۔ قادیان کے آریوں نے حضرت مرزا صاحب کے جو نشانات دیکھ کر تکذیب کی اور کر رہے ہیں اس رسالہ میں ان سے مباہلہ کر دیا ہے اور ثناء اللہ نے کوئی نشان صداقت بطور خارق عادت اگر نہیں دیکھا تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تاکہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کس کی حمایت کرتا اور کس کی قسم کو سچا کرتا ہے۔"

اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے اپنے پرچہ "اہل حدیث" ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں ذیل کے الفاظ لکھے۔

"ہاں البتہ ہم اپنے نفس کے ذمہ دار ہیں سو ہم تمہارے کرشن کی کذب بیانی پر قسم کھانے کو تیار ہیں آؤ جس جگہ چاہو ہم سے قسم دلوا لو۔ مگر پہلے شائع کرا دو کہ اس قسم کا نتیجہ کیا ہو گا۔ ہم حلفیہ کہہ دیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ہم خدا کی طرف سے مامور نہیں جانتے بلکہ اعلیٰ درجہ کا جھوٹا مکار فریبی ہے اور اس کی کوئی پیشگوئی خدائی الہام سے نہیں ہے۔ مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ وہی میدان عید گاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم پہلے ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو اور امرتسر نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کارروائی ہو گی۔ مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن جی سے پہلے کرا دو اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ "انجام آتھم" میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔"

آپ نے مولوی قیوم صاحب کے پیرو مرشد ثناء اللہ کی تحریر کا نمونہ دیکھا۔ کیا آپ کو اس میں کوئی تہذیب اور شائستگی کی بات نظر آتی ہے۔ بہرحال آپ دیکھ لیں کہ جس رنگ میں ثناء اللہ کو قسم کھانے کے لئے اس کتاب میں کہا گیا تھا۔ ثناء اللہ نے اسی رنگ اور طرز پر قسم کھانے کے لئے حضرت مرزا صاحب کے پیروکاروں کو للکارا تھا اور خود حضرت مرزا صاحب کو امرتسر یا بٹالہ میں بالمقابل قسم کھانے کو بلایا تھا پھر اس شخص نے "انجام آتھم" کے مباہلہ کی دعوت کا بھی ذکر کیا ہے اور صاف دکھائی دیتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اسی میدان مباہلہ میں بلا رہا تھا جس میں پہلے عبدالحق غزنوی سے مباہلہ ہو چکا تھا اور احمدیوں کو چیلنج کیا کہ اپنے پیر کو ہمارے سامنے لاؤ۔ گویا کہ وہ مباہلہ کے لئے بالکل مستعد تھا۔ چنانچہ اس کی اس دعوت کا جواب ایڈیٹر اخبار "بدر" قادیان نے ۴ اپریل ۱۹۰۷ء کے شمارہ میں حضرت مرزا صاحب کے حکم سے حسب ذیل دیا۔

"مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا۔"

میں مولوی ثناء اللہ کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے وہ بیشک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بیشک کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین اور اس کے علاوہ ان کو اختیار ہے کہ اپنے جھوٹے ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہیں مانگیں۔

اور پھر لکھا کہ مباہلہ چند روز ملتوی ہو تا کہ حضرت اقدس کی کتاب "حقیقتہ الوحی" چھپ جائے جس میں متعدد الہامات درج ہیں اور حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افترا ہے تو لعنت اللہ علی الکاذبین۔ ایسا ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ لکھ دیں کہ میں نے کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام کا اپنا افترا ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللّٰہ علی الکاذبین اور اس کے ساتھ اپنے واسطے اور جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں۔ ان اشتہارات کے شائع ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دے گا"۔ اور پھر لکھا "امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہو گی"۔

اب اس پر مولوی ثناء اللہ کا جواب سنئے جو اہل حدیث مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء میں چھپا۔

"میں نے تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں"

اے خدا کے بندے اگر خالی قسم ہی کھانی مقصود تھی تو پھر میدان عید گاہ امرتسر یا بٹالہ میں حضرت کو کیوں بلایا تھا اور احمدیوں کو کیوں للکارا تھا کہ اپنے پیر کو لاؤ جس نے "انجام آتھم" میں دعوت مباہلہ دی تھی اور دوسری بات یہ کہ وہ معرکہ حق و باطل تھا۔ ثناء اللہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا اور اس معاملہ کا فیصلہ خدا سے کرانا مقصود تھا تو پھر مباہلہ سے فرار کیوں اور خالی دعا پر اکتفا کیوں۔

لیکن اس شخص نے اوپر کے الفاظ لکھنے کے بعد فوراً پینترا بدلا اور یوں گویا ہوا:

"یہ نہیں کہ میں آپ سے مباہلہ کرنے سے ڈرتا ہوں معاذ اللہ جب میں آپ کو خدا کے واسطے ایک مفسد اور دجال جانتا ہوں نہ اب بلکہ سالہا سال سے تو میں آپ کے مباہلہ سے کیونکر ڈر سکتا ہوں۔"

بڑی عجیب بات ہے شکار ہاتھ میں آیا ہوا ہے مگر شکاری گردن پر چھری نہیں پھیرتا۔ بندۂ خدا مرزا صاحب آپ کے مباہلہ کے چیلنج کو منظور کرتے ہیں۔ سنہری موقع آپ کے ہاتھ میں آگیا ہے اس کو کیوں ہاتھ سے جانے دیتے ہو اور جب آپ اس کو مفسد و دجال جانتے ہو تو مباہلہ پر فوراً ڈٹ جاؤ۔ ادھر مولوی قیوم کہتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مباہلہ سے فرار کر گئے۔ مگر ثناء اللہ کہتا ہے کہ میں نے مباہلہ کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ قسم کھانے کو کہا تھا۔ ذرا ثناء اللہ کے اپنے الفاظ سنئے۔ "دروغ گوئی سے کام نہ لیجئے میں نے حلف اٹھانا کہا ہے مباہلہ نہیں کہا۔ نہ میں نے آپ کو دعوت دی ہے بلکہ آپ کی دعوت کو منظور کیا ہے۔ نہ میں نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا لکھا تھا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔"

دیکھ لو پندرہ بیس دن پہلے یہ ثناء اللہ للکار رہا تھا کہ مرزائیو میرے سامنے آؤ اور اپنے گرو کو بھی ساتھ لاؤ وہی میدان عید گاہ امرتسر تیار ہے اور اپنے کرشن جی کو ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ "انجام آتھم" میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہو سکتا مگر جب اس کی دعوت منظور ہو گئی تو لومڑی کی طرح دم دبا کر بھاگ نکلا۔ کیوں جناب، حضرت مرزا صاحب نے مباہلہ سے فرار کیا تھا۔ یا آپ کے پیرو مرشد نے۔

آپ خوب یاد رکھیں کہ مولوی ثناء اللہ نے حضرت مرزا صاحب کے مقابلہ پر ایک دفعہ بھی دعا نہیں کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جائے۔ کیونکہ اپنے اندرونے سے خوب واقف تھا کہ وہاں تو کبر اور رعونت بھری ہوئی تھی۔ مگر حضرت مرزا صاحب ایسی دعاؤں کے عادی تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کی ایک فارسی نظم پیش خدمت ہے۔

اے قدیر و خالق ارض و سما — اے رحیم و مہربان و رہنما
ایکہ می داری تو بر دلہا نظر — ایکہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو می بینی مرا پر فسق و شر — گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر
پارہ پارہ کن من بدکار را — شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ہا ببار — ہر مراد شاں بفضل خود برار
آتش افشاں بر در و دیوار من — دشمنم باش و تباہ کن کار من
ور مرا از بندگانت یافتی — قبلہ من آستانت یافتی
در دل من آں محبت دیدۂ — کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
بامن از روئے محبت کار کن — اندکے افشائے آں اسرار کن
اے کہ آئی سوئے ہر جوئندۂ — واقفی از سوز ہر سو زندۂ
زاں تعلق ہاکہ با تو داشتم — زاں محبت ہاکہ در دل کاشتم

خود بروں آ از پئے ابراء من
اے تو کہف و ملجا و ماوا اے من

ترجمہ: اے قادر اور آسمان کے پیدا کرنے والے۔ اے رحیم۔ مہربان اور رستہ دکھانے والے۔ اے وہ کہ جو دلوں پر نظر رکھتا ہے اے وہ کہ تجھ سے کوئی چیز بھی چھپی نہیں۔ اگر تو مجھے نافرمانی اور شرارت سے بھرا ہوا دیکھتا ہے اور اگر تو نے دیکھ لیا ہے کہ میں بدذات ہوں تو مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور میرے ان دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے۔ ان کے دلوں پر اپنی رحمت کا بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کر۔ میرے در و دیوار پر آگ برسا۔ میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کر دے لیکن اگر تو نے مجھے اپنا فرمانبردار پایا ہے اور اپنی بارگاہ کو میرا قبلہ مقصود پایا ہے اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے جس کا بھید تو نے دنیا سے پوشیدہ رکھا ہے تو محبت کی رو سے مجھ سے پیش آ اور ان بھیدوں کو تھوڑا سا ظاہر کر دے۔ اے وہ کہ تو ہر تلاش کرنے والے کے پاس آتا ہے اور ہر جلنے والے کی جلن سے واقف ہے۔ اس تعلق کے باعث جو میں تجھ سے رکھتا ہوں اور اس محبت کی وجہ سے جو میں نے اپنے دل میں بوئی ہے تو آپ میری بریت کے لئے باہر نکل آ کہ تو ہی میرا حصار، جائے پناہ اور میرا ٹھکانہ ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب سے خدا تعالیٰ نے ہمیشہ وہی سلوک کیا جو اپنے برگزیدہ اور خاص الخاص مقبول بندوں سے کرتا چلا آیا ہے اور آپ کے دشمنوں کو آپ کے مقابلے میں ہمیشہ ذلیل و رسوا کیا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب کی وفات

اس مولوی قیوم نے اپنی تقریر میں بڑی حقارت سے ذکر کیا ہے کہ آپ کی وفات بڑی عبرتناک طریقہ سے واقع ہوئی۔ آپ پاخانہ کی جگہ میں یعنی لیٹرین میں گر کر فوت ہوئے۔ ان لوگوں کو خدا کے مامور کی مخالفت نے اخلاق اور شرافت و نجابت سے اس حد تک مفلس کر دیا ہے کہ اب ان کے دل و دماغ میں نجاست ہی نجاست بھری ہوئی ہے۔ موت برحق ہے۔ کُل نفسٍ ذائقۃ الموت نہ کوئی امیر نہ غریب نہ بادشاہ نہ فقیر نہ کوئی نبی اور ولی موت کا تلخ پیالہ پینے سے بچا ہے اور نہ خدا نے ہر فرد کے لئے موت کا کوئی خاص طریق مقرر کیا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو اپنی وفات سے تین سال قبل اللہ تعالیٰ کی وحی نے وفات کی خبر دے دی تھی اور آپ ہر وقت اس کا استقبال کرنے کے لئے تیار بیٹھے تھے اور اپنی جماعت کے لئے ایک جامع وصیت بھی لکھ دی تھی۔ آپ صرف دو دن بیمار رہے اچانک آپ کو اسہال کا عارضہ ہو گیا اور باوجود علاج معالجہ کے آرام نہ آیا اور سخت بدنی کمزوری لاحق ہو گئی۔ ذیابیطس کے آپ دائمی مریض تھے اس لئے قوت مدافعت جواب دے گئی۔ نماز فجر چارپائی پر ہی ادا کی اور پھر دن کے ساڑھے دس بجے "اے میرے اللہ اے میرے پیارے اللہ" کا ورد کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی انا للہِ و انا الیہ راجعون مگر ان ناعاقبت اندیش اور اسلامی اخلاق سے عاری ملاؤں نے کیا سے کیا بات بنا ڈالی۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

امت میں تیس کذابوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی

ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو متنبہ فرمایا تھا کہ میرے بعد امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے۔ مولوی قیوم صاحب نے اس حدیث مبارکہ کی رو سے حضرت مرزا صاحب کو بھی نعوذ باللہ کذاب قرار دیا ہے۔ ہمیں تسلیم ہے کہ یہ حدیث بالکل درست ہے اور اس کے مطابق امت میں وقتاً فوقتاً جھوٹے نبی اور کذاب پیدا ہوتے رہے ہیں اور ان سے امت کو شدید نقصان پہنچتا رہا ہے مگر ہماری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جس قدر کذاب اب تک پیدا ہوتے رہے ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی کامیابی کی منزل پر نہیں پہنچ سکا۔ بلکہ ہر ایک کا انجام بد ہوا اور ہر ایک کا سلسلہ تباہ و برباد ہو گیا اور دنیا میں کوئی ان کا نام لینے والا نہیں رہا۔ مسیلمہ کذاب آنحضرت صلعم کی زندگی کے آخری دنوں میں دعویٰ نبوت کر کے کھڑا ہوا۔ مدینہ منورہ میں آیا اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ آیئے عرب کو نصف نصف بانٹ لیتے ہیں آدھے عرب پر آپ اپنی نبوت چلائیں اور آدھے پر میں چلاؤں۔ آنحضرت صلعم نے مرتد قرار دے کر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ فرمایا کہ تیرے اور میرے درمیان اللہ تعالیٰ خود فیصلہ فرما دے گا۔ جو سچا ہو گا خدا اس کا حامی و ناصر ہو گا اور جو جھوٹا ہو گا وہ اپنے انجام بد کو پہنچے گا۔ آپ صلعم جب رحلت فرما چکے تو دو اور شخصوں یعنی اسود عنسی اور سجاح نے بھی نبوت کے جھوٹے دعوے کر دیئے اور ساتھ ہی اسلام کی تباہی

کے لئے فوجی سرگرمیاں اختیار کرلیں اور مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہو گئے۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کو ان تینوں کے خلاف فوجی کارروائی کرنی پڑی۔ مسیلمہ مارا گیا اور باقی دو نے توبہ کرلی اور جو بعد میں جھوٹے مدعی پیدا ہوئے ان کے متعلق حضرت علامہ ابن قیم نے ایک عیسائی سے مناظرہ کے دوران فرمایا "ہم انکار نہیں کرتے کہ بہت سے جھوٹے مدعی کھڑے ہوئے اور ان کی شان و شوکت بھی ظاہر ہوئی لیکن ان کا کام تکمیل کو نہ پہنچا اور نہ ان کو کوئی لمبی مدت تک مہلت ملی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتے ان پر مسلط کردیئے جنہوں نے ان کے نشان مٹادیئے اور ان کی جڑیں اکھاڑ دیں اور بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا۔ یہی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں میں جب سے دنیا پیدا ہوئی اور جب تک دنیا رہے گی سنت ہے" (زاد المعاد جلد ا ص ۵۰)۔ اور یہ سنت قرآن شریف کی اس آیت کے عین مطابق گذشتہ چودہ صدیوں میں مسلسل چلی آرہی ہے۔ لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین (۶۹: ۴۴-۴۶)۔ مگر میں اس مولوی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس خیر الامم کے لئے صرف تیس کذاب ہی رہ گئے ہیں کیا اشرار کے علاوہ ابرار و اخیار کا کوئی وعدہ اور ذکر احادیث نبوی میں نہیں ملتا۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی رشد و ہدایت کے لئے مجددین و محدثین کے آنے کا کوئی وعدہ نہیں دیا اور کیا اس وعدہ کے مطابق گذشتہ چودہ صدیوں میں خدا کے یہ برگزیدہ برابر آتے نہیں رہے۔ تم حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا مدعی قرار دیتے ہو تو پھر چودھویں صدی ہجری کا سچا مجدد و محدث کہاں ہے۔ اگر کوئی دوسرا شخص نظر نہیں آتا تو پھر تعصب اور بغض و عناد سے ذہن اور دماغ خالی کرکے حضرت مرزا صاحب کے کارنامے دیکھو جو آپ نے تجدید و حمایت دین اسلام کے سلسلہ میں سرانجام دیئے ہیں اور پھر یہ بھی دیکھو کہ یہ سلسلہ حقانی مسلسل گذشتہ ایک سو آٹھ سال سے قائم و برقرار ہے اور چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا ہے اور کسی حکومت کی امداد سے نہیں بلکہ اپنی حلال کمائی سے تمام مغربی ممالک امریکہ' آسٹریلیا اور جزائر میں تبلیغ اسلام کا جال بچھا رکھا ہے۔ تم اسلام کے ٹھیکیداروں کو اب تک یہ توفیق نہیں ملی اور شاید آئندہ بھی نہ ملے گی کہ قرآن شریف کے مختلف زبانوں میں تراجم کراکے دنیا میں پھیلاؤ۔

پاکستان کی قومی اسمبلی کے فیصلہ پر نہ اتراتے پھرو۔ اگر اس اسمبلی نے احمدیوں کو اور بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو ستمبر ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دیا تھا تو اسی طرح دو ہزار سال پہلے یہودیوں کی اسمبلی نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مفتری اور کاذب قرار دے کر واجب القتل ٹھہرایا تھا اور یوں ان دونوں بزرگ ہستیوں کی آپس میں کامل و اکمل مشابہت ہو گئی اور جس طرح یہود کی سندرین خدا کی نگاہ میں مقہور پڑی۔ اسی طرح پاکستان کی اسمبلی مقہور و مغضوب ٹھہری اور سارے ملک سے امن و امان اور سکون کا خاتمہ ہو چکا ہے اور چار سو قتل و غارتگری کا بازار گرم ہے۔

حیرت ہے کہ ان حالات کے دیکھتے ہوئے تم لوگ عبرت نہیں پکڑتے اور خدا کے مامور کی ہمہ وقت مخالفت سے خدا کے غضب کو دعوت پر دعوت دیتے جارہے ہو۔

اس سلسلہ میں مجھے ایک اور قابل ذکر نکتہ یاد آگیا ہے۔ تیرہویں صدی ہجری میں یورپ سے اقوام یاجوج و ماجوج نے خروج کیا اور جدید ترین اسلحہ سے لیس ہو کر اس نے اسلامی دنیا کے تقریباً تمام ممالک اور تمام حکومتوں کو تاخت و تاراج کردیا اور ہر ملک میں اپنی حکومت کے جھنڈے گاڑ دیئے تھے۔ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک پر بھی انگریز کا تسلط مکمل طور قائم ہو گیا تھا اور عجیب اتفاق ہے کہ یورپ کی یہ تمام اقوام عیسائی مذہب رکھتی تھیں۔ یہ اقوام جہاں کہیں پہنچیں اور اپنا سیاسی تسلط قائم کرنے میں کامیاب ہوئیں وہاں انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کو اولیت دی اور مشنوں کا جال بچھا دیا۔ جو ممالک اقتصادی لحاظ سے بڑے پسماندہ اور علم کی دولت سے محروم تھے وہاں عیسائی مذہب نے حیرت انگیز سرعت سے فروغ پایا۔ مگر اسلامی ممالک کے لئے بھی یہ فتنہ کچھ کم خطرناک نہ تھا۔ خصوصاً برصغیر ہندوستان میں جو مختلف النوع مذاہب کا گھر تھا عیسائیت کو کافی کامیابیاں حاصل ہونی شروع ہو گئیں۔ پہلی صدیوں میں جس قدر کاذب مدعیان نبوت اٹھے تھے وہ سب کے سب امت محمدیہ سے ہی اٹھے تھے۔ مگر جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں خدا کی تلوار نے ان سب کا نشان مٹا دیا تھا۔ مگر تیرہویں صدی کے آخری ربع میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جس قدر فتنے اٹھے تھے وہ سب باہر سے اٹھے تھے اور عیسائیت سب فتنوں کا سرتاج تھی مگر آریہ سماج' برہمو اور دیو سماج' دہریت اور نیچریت کے فتنے بھی کچھ کم خطرناک نہ تھے۔ اب آپ اس مولوی قیوم سے پوچھئے کہ اے حضرت! اسلام کے خلاف ان تمام فتنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کس نے کمر ہمت باندھی اور کس نے ان کے طلسم کو دھوئیں کی طرح اڑا دیا تھا۔ مہربانی کرکے اپنے بزرگوں میں سے پانچ دس شخصوں کے نام مع ان کی تصنیفات کے گنوا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کرسکیں اور انشاء اللہ ہرگز نہ کرسکیں گے تو پھر ساری دنیا کو یکسر الصلیب و قتل الخنزیر کا فرض منصبی ادا کرنے والا صرف ایک ہی شخص نظر آتا ہے اور جس کا اعتراف ہر اہل قلم نے کیا ہے اور وہ ہے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام۔ یہ صرف آپ کی ذات گرامی کو سارے عالم اسلام میں شرف حاصل ہے کہ آپ نے کسر صلیب میں ہی حیرت انگیز کامیابی حاصل کی اور باقی تمام باطل مذہبی تحریکوں کو بڑے موثر طریقہ سے کچل کے رکھ دیا اور آپ کو تیس کذابوں میں شامل کرنے والے روسیاہ ہوگئے اور خدا کی لعنت کے طوق ان کی گردنوں میں پڑ گئے۔